اجابۃ الغوث

مصنف

فقیہ امت، شیخ الطریقت والحقیقت حضرت والا
محمد امین المعروف علامہ ابن عابدین شامی حنفی قادری

مترجم

حضرت قاضی غلام محمود ہزاروی

ناشر

مکتبہ مجددیہ سلطانیہ ملک پلازہ دینہ ضلع جہلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا ۔ النازعات، آیت ۵، پارہ ۳۰

ترجمہ:۔ پھر (حسب حکم) ہر کام کا انتظام کرنے والے ہیں۔

اِجَابَۃُ الغوث

بیانِ حالِ النقباءِ والنجباءِ والابدالِ والاوتادِ والغوث

مصنف:۔ فقیہہ الامت، شیخ الطریقت والحقیقت، عارف باللہ محمد امین المعروف بہ علامہ ابنِ عابدین شامی صاحبِ فتاویٰ رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب ہزاروی

ناشر:۔ مکتبہ مجددیہ سلطانیہ ملک پلازہ دینہ ضلع جہلم

نام کتاب .... اجابۃ الغوث
مصنف .... علامہ ابن عابدین شامی صاحب فتاوےٰ رحمۃ اللہ علیہ
مترجم .... حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب ہزاروی
ناشر .... مکتبہ مجددیہ سلطانیہ ملک پلازہ دینہ ضلع جہلم
قیمت ....

فہرست مندرجاتِ کتاب

مندرجات

نمبر صفحہ

مندرجات

نمبر صفحہ

مندرجات

مندرجات   نمبر صفحہ

مندرجات	نمبر صفحہ
انبیاءؑ، ملائکہ، اور اولیاء کے قلوب، قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اسی طرح ہیں جس طرح کہ سورج کی روشنی کی بہ نسبت دُوسرے ستارے ہیں	۲۳
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کے مظہر ہیں اور دُوسرے حضرات اللہ کی بعض صفات کے مظہر ہیں	
قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے نظیر ہے، من کل الوجوہ، کوئی ولی بھی ایسا نہیں ہوتا	۲۴
اولیاء اللہ، کے کسی نبیؑ یا فرشتہ کے قلب پر ہونے کا مفہوم کیا ہے	″
حدیثِ ابدالؑ سے متعلق ایک خاص نکتہ کی وضاحت	۲۵
ابدالؑ سے متعلق حدیث کی صحت کی تحقیق، یہ موضوع ہے ابنِ جوزیؒ۔ اور متواتر معنوی ہے۔ سیوطیؒ کا بیان۔ یہ حدیث متعدد طُرق سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ امام سخاوی کا بیان۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ صحیح حدیث بروایت امام احمدؒ بواسطت حضرت علیؓ حدیث مرفوع ہے۔ (سخاویؒ)	″
ابدالؑ کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے جن میں سے بعض صحیح ہیں، حافظ ابنِ حجرؒ کا بیان	″
قطبؑ کا ذکر بعض احادیث میں وارد ہے۔ غوث کا ذکر وصفِ مشہور کے ساتھ ثابت نہیں	″
ابدال کی اولاد نہیں ہوتی یہ اُن کی نشانی ہے۔ (بعض روایات)	۲۶
قطب کی تفسیر غوث کے ساتھ امام شافعیؒ نے فرمائی ہے	″
قطب، غوث دونوں کا مصداق ایک ہی ہوتا ہے	″
غوث کا علیحدہ وجود صحیح احادیثِ نبویہ سے تو ثابت نہیں لیکن اس کے ثبوت کیلئے اس کی شہرت اور اس طبقہ پاک کے لوگوں میں اس کا تذکرہ ہی کافی ہے	″

مندرجات	نمبر صفحہ

مندرجات

ق

مندرجات　　　　　　　　　　　　　　　　　　نمبر صفحہ

مندرجات

مندرجات　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　نمبر صفحہ

تمت

علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے مختصر حالات

آپ کا اسم گرامی ، محمد امین ، اور والد ماجد کا نام محمد عمر ، عرف علامہ شامی ، اور ابن عابدین ہے ۔ اپنے زمانہ کے علامہ ، فہامہ ، فقیہہ ، محدث ، محقق ، مدقق ، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے ، علوم سید شیخ سعید حلبی ، اور شیخ ابراہیم حلبی سے پڑھے ، اور حدیث و فقہ کی سندیں حاصل کیں ، اور ۱۲۲۹ھ ہجری میں کتاب رد المحتار شرح درمختار ، المعروف بہ شامی ، تصنیف فرمائی ۔ جو ایسی مقبول انام ہوئی کہ پاک و ہند کے علمائے کرام ، و مفتیان عظام اکثر اسی سے فتاوی لکھتے رہے اور اب بھی لکھا کرتے ہیں ۔ اور یہ بارہا طبع ہو چکی ہے ۔ اس کے علاوہ علامہ نے بتیس "۳۲" رسائل ، جو کہ مجموعہ " رسائل ابن عابدین " کے نام سے مشہور ہیں ، مختلف مسائل و موضوعات پر تصنیف فرمائے ۔ جن کو "سہیل اکیڈمی اردو بازار لاہور" نے طبع کیا ہے ۔ ان رسائل میں انتہائی قابل قدر مواد ہے ۔ جو مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے ۔

ان ہی میں سے ایک رسالہ "سل الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد نقشبندی" بھی ہے جس میں حضرت علامہ نے عارف باللہ حضرت شاہ غلام علی صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے خلیفہ خاص شیخ المشائخ ، قطب وقت حضرت مولانا خالد نقشبندی کردی رحمۃ اللہ علیہ پر مخالفین کے اعتراضات کے جواب دیئے ہیں اور مسئلہ علم غیب ذاتی و عطائی بھی بیان فرمایا ہے ۔ اور علامہ نے حضرت شیخ کردی سے اپنی جس عقیدت کا ثبوت دیا ہے ۔ اس کو دیکھ کر ایک عقیدتمند کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے ۔ فرحمہا اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ ۔

اور ان ہی رسائل میں سے ایک یہ رسالہ ہے جس کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں علامہ نے قطب غوث ، ابدال ، اوتاد ، اخیار ، نجباء ، نقباء ، عرفاء ، وغیرہم کے سلسلہ میں قابل قدر و قابل دید مواد مہیا فرمایا ہے ۔ جو اپنی مجموعی حیثیت میں کسی دوسری کتاب میں ملنا مشکل ہے ۔ اور یہ حضرت علامہ ہی کا حصہ ہے ۔ اس میں بعض ایسی باتیں بھی قلمبند فرمائی

ہیں کہ ایک مطالعہ دار آدمی کے لیے باوجود کافی کتب کے مطالعہ کے اور بہت کچھ اس سلسلہ میں سُن لینے کے پھر بھی تشنہ اور نادر ہے۔ ناچیز نے اس کے ترجمہ کی خدمت انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت کے شرف سے نوازے اور قبولِ تام و دوام عطا فرمائے اور اس ہیچدان کے لیے سلامتی کی دارین کی بہتری کا سامان بنا دے۔ اور ان حضرات قدست اسرارہم و علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دینی خدمات و اعمالِ صالحہ کے طفیل اس ناچیز کے آباد اجداد کو مغفرت و رضوان و درجات کی بلندی سے نوازے۔ آمین یارب العٰلمین بجاہ سید المرسلین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعٰلمین و آلہٖ و اصحابہٖ و اتباعہٖ اجمعین۔

(علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات)

علامہ موصوف کی وفات سنہ ۱۲۶۰ھ سے پہلے کی ثابت ہوتی ہے کیونکہ آپ کے خلف الصدق سید محمد علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جو ردّ المحتار کی چوتھی جلد ۱۵ ماہ صفر سنہ ۱۲۶۰ھ کو اپنے ہاتھ سے نقل فرمائی ہے۔ تو اس میں آپ کو مرحوم کے لفظ سے ذکر کیا ہے جیسا کہ صاحب "حدائق حنفیہ" نے لکھا ہے۔

غلام محمود ہزاروی
کان اللہ لہٗ

تقدیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا تو شرف و کرامات کا تاج اس کے سر پر سجایا۔ عزت و بزرگی کی خلعت زیبا سے نوازا۔ مزید لطف و کرم فرماتے ہوئے اسے اپنا خلیفہ نامزد فرمایا اور تمام نوری مخلوق کو اس کے سامنے سجدہ ریز کر دیا۔

انسان کے لیے یہ عزت افزائیاں کس لیے؟ کیا اس لیے کہ اسے ایک جسم عطا کیا گیا ہے؟ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں کیونکہ کائنات کی وسعتوں میں ہمیں ایسی بھی مخلوقات نظر آتی ہیں جن کا جسم انسانی جسم سے قوی تر اور طاقت ور ہے۔ اگر خلافت کا معیار جسم ہوتا تو کسی قوت و طاقت سے بھرپور جسم کو یہ سعادت عطا کی جاتی، کسی توانا و جسیم مخلوق کو اس کا اہل قرار دیا جاتا۔

انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک جسم لطیف سے بھی نوازا ہے جسے رُوحِ انسانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی وہ اصل جوہر ہے جس کی وجہ سے اسے اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے اس رُوحِ انسانی کا تعلق اس عالم آب و گل سے نہیں بلکہ ایک ماوراء جہان سے ہے جس کا ادراک ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔ اس مقدس جوہر کی نسبت اس خاکی جہان سے نہیں بلکہ اس کا منبع وہ جہاں ہے جسے اسرارِ الٰہیہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

ان ساری حقیقتوں کے باوجود آج جب ہم تاریخ انسانیت پر نظر ڈالتے ہیں تو اکثریت ان افراد کی نظر آتی ہے جن کا اس شرف و بزرگی سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ نیابت الٰہی کا تو تصور ہی نہیں، وہ تو حیوانات سے بھی بدتر دکھائی دیتے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ فخر العلماء الوارثین امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ عقدہ کشائی فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

اِنَّہَا لَمَّا تَعَلَّقَتْ بِہٰذَا الْبَدَنِ وَاسْتَغْرَقَتْ فِیْ تَدْبِیْرِہٖ صَارَ فِیْ ذٰلِکَ الْاِسْتِغْرَاقِ اِلٰی حَیْثُ نَسِیَ الْوَطَنَ الْاَوَّلَ وَالْمَسْکَنَ الْمُتَقَدِّمَ فَصَارَ بِالْکُلِّیَّۃِ مُتَشَبِّہًا بِہٰذَا الْجَسَدِ الْفَاسِدِ فَضَعُفَتْ قُوَّتُہٗ وَذَہَبَتْ مُکْنَتُہٗ وَ

لَمْ یَقْدِرْ عَلٰی شَیْءٍ مِنَ الْاَفْعَالِ۔ تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۹۱

ترجمہ :- اس روح کا تعلق جب اس بدن سے ہوا اور وہ اسی کے انتظام و انصرام میں منہمک ہوگئی تو وہ اس استغراق و انہماک میں اس حد تک پہنچ گئی کہ اپنے وطن اوّل اور پہلے گھر کو بھول گئی۔ پس وہ کلیۃً اس جسم فاسد سے مشابہ ہوگئی۔ پھر اس کی قوت و سطوت میں ضعف آگیا۔ اس کا منصب وجاہ اس کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور ان افعال کے کرنے سے عاجز آگئی (جو نائبین الٰہی کے ہاتھوں رونپذیر ہوتے ہیں۔)

لیکن اس عالم آب و گل میں ان نفوس قدسیہ کی بھی کمی نہیں جن کی روح اس جسد جسم خاکی میں ہوتے ہوئے بھی اپنے اصلی وطن کو نہ بھولی۔ قرب الٰہی کی جو سعادت اسے اس بدن میں آنے سے قبل حاصل تھی۔ اس کی یاد ہر وقت اُسے بے چین و بے قرار رکھتی ہے۔ عالم وارفتگی میں پھر اسی معبود حقیقی کا ذکر مشام جاں کو معطر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ذکر الٰہی اس کی طبیعت کا جُزْوٌ لَا یَنْفَکُّ بن جاتا ہے۔ کوئی لمحہ کوئی لحظہ بھی پروردگار عالم جل جلالہٗ کے ذکر کے بغیر نہیں گذرتا۔ پھر وہ مقام آتا ہے جسے مقام نیابت الٰہی کہا جاتا ہے۔ اس مقام رفیع پر فائز ہونے کے بعد ساری کائنات اس کے سامنے دست بستہ حاضر ہے۔ جس طرح چاہے، جیسے چاہے تصرف کرسکتا ہے۔ اس کے بازوؤں میں وہ قوت و طاقت سرایت کر جاتی ہے جس کا تصور ایک عام کے طائر فکر سے بلند ہوتا ہے۔ پھر وہ ببانگ دہل اعلان کرتا ہے۔

وَاللّٰہِ مَا قَلَعْتُ بَابَ خَیْبَرَ بِقُوَّۃٍ جَسَدَانِیَّۃٍ بَلْ بِقُوَّۃٍ رَبَّانِیَّۃٍ

ترجمہ :- خدا کی قسم میں نے خیبر کے دروازے کو جسمانی قوت سے نہیں بلکہ ربانی قوت سے اکھیڑا ہے

اسی چیز کو عارف باللہ امام فخر الدین رازی یوں بیان کرتے ہیں

وَاِذَا اتَّفَقَ فِیْ نَفْسٍ مِنَ النُّفُوْسِ کَوْنُہَا قَوِیَّۃً، اَلْقُوَّۃُ الْقُدْسِیَّۃُ الْعُنْصُرِیَّۃُ مُشْرِقَۃُ الْجَوْہَرِ عُلْوِیَّۃُ الطَّبِیْعَۃِ ثُمَّ انْضَافَ اِلَیْہَا اَنْوَاعُ الرِّیَاضَاتِ الَّتِیْ تُزِیْلُ عَنْ وَجْہِہَا غَبَرَۃَ الْکَوْنِ وَالْفَسَادِ اَشْرَقَتْ وَتَلَاْلَاَتْ

وَقُوِّيَتْ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي هَيُولَى عَالَمِ الْكَوْنِ وَالْفَسَادِ
بِإِعَانَةِ نُورِ مَعْرِفَةِ الْحَضْرَةِ الصَّمَدِيَّةِ وَتَقْوِيَةِ أَضْوَاءِ حَضْرَةِ الْجَلَالِ
وَالْعِزَّةِ ٥ تفسیر کبیر صفحہ ۹۱ جلد ۲۱

ترجمہ :- جب حُسنِ اتفاق سے اَرواح میں کوئی رُوح بوقتِ تخلیق ہی ماہیت قویہ سے
سرفراز ہو، ایسی قویہ جس کا عنصر قدسیہ ہو، اس کا جوہر پوری آب و تاب سے
چمک رہا ہو، اس کی طبیعت میں علو و بلندی ہو، پھر مختلف ریاضتوں کے ذریعے اس کے
رُخ زیبا سے کون و فساد کا غبار زائل کیا جائے تو وُہ رُوح نفس چمکنا اور جگمگانا شروع کر
کرے گی اور بارگاہِ صمدیت (جَلّ جلالہٗ) کے معرفت کے نُور کی مدد اور اللہ جل جلالہٗ
وعزبرہانہٗ کے انوار کی تقویت سے عالم کون کے ہیولیٰ میں تصرف پر قدرت رکھیگی۔
وُہ سعادت کا ایں جو بارگاہِ ذوالجلال سے حاصل کردہ نیابت کا تاج مرصع سر پر سجائے
ہو، خلافت کی خلعت زیبا سے آراستہ ہو، جس کی رُوح ارجمند دُنیاوی آلائشوں سے
پاک و صاف ہو، قربِ الٰہی کی بے مثال دولت سے آراستہ ہو، اُس کا وجودِ مسعود کائنات میں
ایک آئیتِ الٰہی ٹھہرتا ہے۔ خیرات و برکات کا ایک منبع و مصدر بن جاتا ہے۔ جو خُدا کا ہُوا
خُدا اُس کا ہُوا۔ رزق کی کشادگی، رحم و کرم کا نزُول اسی کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

اسی چیز کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا،

هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ بخاری ج ۱ ص ۴۰۵

ترجمہ :- تمہیں فتح و نصرت سے نہیں نوازا جاتا اور تم پر رزق کے دروازے نہیں کھولے جاتے مگر
تمہارے ضعفاء کی وجہ سے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں نسائی شریف کی روائیت
ایک اور حدیث شریف میں نقل فرماتے ہیں،

إِنَّمَا نَصَرَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعَفَتِهِمْ وَبِدَعَوَاتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَإِخْلَاصِهِمْ ٥

فتح الباری صفحہ ۸۹ جلد ۶

ترجمہ:- بے شک اللہ تعالیٰ اس اُمت کو نصرت سے سرفراز فرماتا ہے، اسی اُمت کے ضعفاء کی وجہ سے ان کی دعاؤں، ان کی نمازوں اور اُن کے اخلاص کی برکت سے

اس حدیث پاک کے ذکر کے بعد علامہ موصوف یوں تحریر فرماتے ہیں،

قَالَ ابْنُ بطال = تَاوِیلُ الْحَدِیثِ اِنَّ الضُّعَفَاءَ اَشَدُّ اِخْلَاصًا فِی الدُّعَاءِ وَ اَکْثَرُ خُشُوْعًا فِی الْعِبَادَۃِ لِخَلَاءِ قُلُوْبِہِمْ عَنِ التَّعَلُّقِ بِزُخْرُفِ الدُّنْیَا ۵ فتح الباری ج ۸۹/۶

ترجمہ:- ابن بطال اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ ضعفاء کی دُعا میں زیادہ اخلاص ہوتا ہے۔ اور اُن کی عبادت خشوع وخضوع سے بریز ہوتی ہے۔ کیوں کہ اُن کے دل دُنیا کی زیب و زینت کی چاہت سے خالی ہوتے ہیں۔

ان ضعفاء سے کون لوگ مراد ہیں؟ وہ فرشتہ سیرت لوگ کون ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے وجود پر فتح و نصرت اور رزق کو موقوف فرمایا ہے۔؟

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ اس سلسلہ میں یوں قمطراز ہیں۔

(اِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ) اَیْ اِلَّا بِبَرَکَۃِ وُجُوْدِ ضُعَفَائِکُمْ وَوُجُوْدِ فُقَرَائِکُمْ فَہُمْ بِمَنْزِلَۃِ الْاَقْطَابِ وَالْاَوْتَادِ لِثَبَاتِ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ وَحَاصِلُہٗ اَنَّہٗ اِنَّمَا یَحْصُلُ النَّصْرُ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَقَدْرُ تَوْسِیْعِ الرِّزْقِ عَلَی الْاَغْنِیَاءِ بِبَرَکَۃِ الْفُقَرَاءِ فَاَکْرِمُوْہُمْ وَلَا تَتَکَبَّرُوْا عَلَیْہِمْ فَاِنَّہُمْ اَہْلُ سُلُوْکِ الْجَنَّۃِ عَلٰی اَعْنِیَاءِ الْجَنَّۃِ وَمُلُوْکِ الْجَنَّۃِ فِیْ اَعْلٰی مَرَاتِبِ الْعِزَّۃِ ۵ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸/۱۰

ترجمہ:- فتح و نصرت اور رزق ضعفاء و فقراء کے وجود کی برکت سے ہے۔ کیوں کہ وہ بمنزلہ اقطاب و اوتاد کے ہیں۔ کیوں کہ بندگانِ خدا اور مملکت و ثبات انہی کے

وجودِ مسعود پر موقوف ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر غلبہ و نصرت اور اغنیاء پر وسعتِ رزق فقراء کی برکت پر موقوف فرمایا ہے۔ پس اے ان کی عزت کرو اور ان پر تکبر نہ کرو۔ یہ سلوک محبت کے ایسے اہل ہیں کہ اس کے تنگ راستوں سے بڑی جوان مردی سے گزرنے والے ہیں۔ اور عزتکے اعلیٰ مراتب کے ساتھ جنت کے مالک ہیں گویا اقطاب وابدال واغواث وغیرہ ہی ریاضِ ہستی کے وہ پھول ہیں کہ اگر یہ نہ ہوں تو چمن کی بہاریں اجڑ جائیں۔ دنیا کی رونق وشادمانی ہی مٹ جائے۔ چشمۂ حیات میں نام کو پانی نہ رہے۔ اور جنگ وجدال کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے بالآخر دنیا ہلاکت وتباہی کے عمیق گڑھے میں گر کر نیست ونابود ہو جائے۔

رئیس العلماء والمحققین فرید العصر حضرت علامہ ابن عابدین قدس سرہ امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الف الف سلام) کے چند افراد میں سے ہیں جن پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں علمِ ظاہر کے علاوہ علمِ باطن کے اسرار رموز سے بھی نوازا ہے انہوں نے اپنے قلمِ فیض رقم سے انہی مردانِ باخدا یعنی غوث۔ قطب۔ ابدال وغیرہم کا تذکرہ نہایت مدلل طریقہ سے کیا ہے۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان کی تعداد مقام ومسکن اور مراتبِ عالیہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ اس کتاب کا نام

اجابۃ الغوث ببیانِ حال النقباءِ وَالنجباءِ وَالابدال وَالاوتاد وَالغوث

رکھا ہے۔ اس کتابِ لطیف کے ترجمہ کی سعادت حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب ہزاروی زید مجدہٗ کے حصہ میں آئی ہے، خدا تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور مزید خدمتِ دین کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

راقم الحروف

محمد کریم سلطانی خادم جامعہ ریاض العلوم

پیپلز کالونی نمبر ۱۰ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اُس اللہ کے لیئے ہیں جس نے اس اُمتِ محمدیہ کو گوناگوں شرافتوں سے مشرف فرمایا ہے اور اس کے لیئے مستحکم، جامع و مکمل شریعت (قانون ضابطہ) اور واضح احکام تجویز فرمائے اور اس کو انتہائی آسان تکلیف و پابندی کے ساتھ مکلف و پابند فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اس اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے ایسے انتہائی عبادت گذار بندے پیدا فرمائے جو کہ اُس کے مامورات کے امتثال و پیروی، اور اُس کے ممنوعات سے احتراز کرنے (کے سلسلہ) میں دوسروں سے بازی اور سبقت لے گئے یہاں تک کہ اُنہوں نے اپنے نفسوں کو فنا ہی کر ڈالا۔ اور اپنے آپ کو توحید و تنزیہہ کی زندگی کے دریاؤں میں غرق کر دیا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور پاکی کا عقیدہ رکھنے اور اس کو بیان کرنے اور اس کا حال اپنے اُوپر وارد کرنے میں، مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا، کی تعمیل میں جسمانی و مادی خواہشات کو فنا کر کے توحید کی زندگی حاصل کر گئے)۔

اور اللہ تعالیٰ نے اِس اُمت میں سے اوتاد، نقباء، ابدال، اخیار، اقطاب، انجاب، پیدا فرمائے (یہ اولیاء اللہ کے مقامات، مناصب، اور عہدے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء کے ذریعہ اپنے کمزور بندوں پر رحم فرمایا ہے۔ اور اُن میں سے بعض پر خفاء اور پوشیدگی کا پردہ ڈال کر لوگوں کی نظروں سے اُن کی ولایت کے حال کو مستور و مخفی فرما دیا ہے۔ اور اللہ نے اپنے ان اولیا اور دوستوں کو بشری کدورتوں سے مجرد فرما دیا ہے۔ اور احدیت کے دریاؤں میں اُن سے غوطہ لگوایا ہے۔ اور اللہ نے اپنے اسماء و صفات کے اسرار پر ان کو مطلع فرمایا ہے۔ اور ان کے دلوں کو اپنی تجلیات کی شعاعوں کے لیئے طاق بنایا ہے۔

اور صلوٰۃ و سلام ہو اُس ذاتِ اقدس پر جن کے انوار کے چراغ سے سب شعلے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور سے حصہ لینے والے ہیں۔ یعنی مستفیض ہیں۔ اور اُن کے

عرفان و اسرار کے فیض سے سب حصّہ طلب کرنے والے ہیں۔ اور اُن کے قانونِ شرعی اور دستورِ ہدایت کے دریاؤں سے سب چُلّو بھرنے والے ہیں، اور ہر کوئی اُن کے جود وسخا اور کرم وعطا کے پھلوں سے میوہ توڑنے والا ہے۔

اور صلوٰۃ وسلام ہو اُن کے آل واصحاب پر جو آپؐ سے نورانیت اور فیوض وبرکات حاصل کرنے کے معاملے میں انتہائی آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور معرفتِ خداوندی واتباعِ سُنّت کے میدان میں دُوسروں پر سبقت لے جانے کے لیئے چھریرے بدن والے عمدہ گھوڑوں پر سوار ہیں۔

اور بعد حمد وصلوٰۃ وسلام کے اپنے گناہوں کے عیب کا اسیر، اپنے پروردگار کی مُعافی کا بڑا اُمیدوار، (جس کا نام) محمد امین اور کنیت ابن عابدین ہے، اللہ تعالیٰ اِس کے گناہوں کو بخشے۔ اور اس کے عیبوں کو چھپائے۔ عرض پرداز ہے کہ مجھ سے بعض حضرات نے قطب کے بارے میں سوال کیا تھا۔ ("قطب" اولیاء اللہ میں ایک عہدہ ومنصب کا مقتدر ولی ہوتا ہے) جو کہ ہر دور میں ہوتا ہے۔ اور یوں ہی ابدال، نقباء نجباء کی تعداد وتفصیل کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ تو میں نے اس موضوع پر ایک رسالہ میں کچھ مضامین جمع کیئے اور پھر اُن حضرات اولیاء اللہ کی عالی بارگاہوں سے اجازت طلب کرنے، اور اُن کی ارواحِ مقدسہ کو فاتحہ کا ثواب پہنچانے کے بعد اس سلسلہ میں کچھ اور آگے بڑھا۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وُہ (مہربان) اُن حضرات اولیاء اللہ کی علمی ورُوحانی خوشبوؤں سے ہمیں بھی (وافر) حصّہ عطا فرمائے گا (یا اُن کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے ہمیں بھی مُستفید فرمائے گا) اور اُن کی عظیم برکات سے ہمیں بھی نوازے گا۔ اور مستند ائمہ کے کلام اور جلیل القدر بزرگوں کی تصنیفات کے جو حوالے اس موضوع پر مجھے میسر آئے وُہ میں نے اکٹھے کر لیئے۔ اور میں نے اپنے اس مجموعہ کو چار بابوں اور ایک خاتمہ پر ترتیب دیا ہے۔ اور میں نے اپنے اس رسالہ کا نام " اِجابۃ الغوث ببیانِ حالِ

النقباءِ وَالنجباءِ وَالاَبدَالِ وَالاَوتادِ وَالغوث" رکھا ہے۔ اور میں نے اس کا ایک نسخہ تیار کر کے اُن صاحب کی خدمت میں ارسال کیا (جنہوں نے مجھ سے اس بارے میں سوال کیا تھا) پھر (اس کے بعد) مجھے (اس موضوع پر) کچھ اور مواد نظر آیا جو کہ اس مقام کے مناسب بھی ہے اور اہلِ فہم اس کے ذکر کو پسند کریں گے، تو میں نے چاہا کہ تشنگانی بیمار کے علاج کی غرض سے اس نئے مضمون کو بھی اپنے رسالہ کے ساتھ ملحق کر ڈالوں اور بسا اوقات تحریر میں تبدیلی بھی واقع ہو تی ہے۔ لیکن میں نے اس رسالہ کا نام اور اس کی ترتیب وُہی (پہلے والی) رکھی اور اب میں اللہ تعالیٰ سے جو قریب بھی ہے اور دُعا ؤں کا قبول کرنے والا بھی، مدد کی درخواست کرتا ہُوں۔

پہلا باب

اقطاب، ابدال، اوتاد، نجبا، نقبا، کی صفات، حالات، تعداد اور جائے رہائش کے بیان میں ہے۔ (اقطاب) جمع قطب کی ہے۔ جس کا وزن ہے فُعُل۔ صوفیاء و عارفین کی اصطلاح میں وُہ باطنی خلیفہ اور نائبِ الٰہی ہوتا ہے جو کہ تمام اہلِ زمانہ کا سردار ہُوا کرتا ہے۔

(قطب کی وجہ تسمیہ) قطب کو قطب اِس لیئے کہتے ہیں کہ وُہ تمام مقامات اور حالات کا جامع ہوتا ہے اور سب کی گردش کا مرکز ہُوا کرتا ہے۔ یہ نام "قطب الرحی سے ماخوذ (لیا گیا) ہے جو لوہے کی اُس کیل کو کہا کرتے ہیں جس کے اوپر چکی گھوما کرتی ہے۔ (تو جیسے چکی کی گردش اُس کیل کے گرد ہوتی ہے یُونہی زمانے کی گردش اُس ولی اللہ کے گرد ہوا کرتی ہے، اِس لیئے اُس کو بھی قطب کہتے ہیں۔

اور سیدی شیخ شرف الدین عمر بن فارض کے قصیدہ تائیہ کی شرح میں سیدی شیخ عبدالرزاق قاشانی فرماتے ہیں کہ "قوم (صوفیاء) کی اصطلاح میں (روحانیت و تقدس کے اعتبار سے) وُہ انتہائی مکمل انسان ہوتا ہے جو مقامِ فردیت پر متمکن (جاگزیں) ہوتا ہے اور مخلوق کے حالات اِس کے گرد گھوما کرتے ہیں۔ (اور وُہ اِس دائرے کا مرکز ہوتا ہے) (مطلب یہ کہ قطب متصرف جہاں کو کہتے ہیں) (اور قطب کی قسمیں ہیں) سو یا تو اِس عالمِ شہادت (ظاہری) کے اندر جو مخلوقات ہے اس کی نسبت سے قطب ہوتا ہے جو اپنی وفات کے وقت "ابدال" میں سے جو اس کے زیادہ قریب (سینیئر ابدال) ہوتا ہے۔ اُس کو اپنا جانشین مقرر کر جاتا ہے۔ تو پھر وُہ اکل ابدال اِس قطب کے قائم مقام ہوتا ہے"۔ (دوسرا قطب) اور یا وُہ تمام مخلوقات کی نسبت سے چاہے وُہ عالمِ غیب کی مخلوقات ہو یا عالمِ شہادت کی قطب اور متصرف ہیں اور کوئی بھی ابدال اُن کا جانشین نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی مخلوقات میں سے کوئی ان کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔ اور اُن کے اقطاب کے قطب ہیں جو کہ عالمِ شہادت (ظاہری) میں یکے بعد دیگرے آیا کرتے ہیں۔ اور نہ اُن سے پہلے کوئی قطب تھا اور نہ ہی اُن کے بعد کوئی قطب آیا جو اُن کا جانشین بنا ہو۔ اور وُہ قطب،

روحِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جن کو "لولاک لما خلقت الافلاک" سے مخاطب فرمایا گیا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں خطاب فرمایا کہ "اے پیارے اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان کو بھی پیدا نہ کرتا" (علامہ شیخ قاشانی کا کلام ختم ہوا) (اب علامہ رشتی اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اس کلام مذکور کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی دوسرا بعینہٖ اس کمال مقام میں آپ کا جانشین نہیں ہو سکتا کہ اس کو بھی بالکل بعینہٖ آپکا سا مقام حاصل ہو جائے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اوّل و آخر ہیں اور مخلوقات میں بلند ترین مقام پر فائز ہیں۔ بعد ازاں کوئی بھی آپ کے مقام پر فائز نہیں ہو سکتا) اگرچہ آپؐ سے کم مرتبہ میں آپ کے جانشیں ہوئے ہیں۔ جیسا کہ خلفائے راشدین اور یہ بات اس مضمون کے منافی نہیں جو آگے آرہا ہے۔

اور عارف باللہ سیدی محی الدین بن عربی کی بعض کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا "واضح ہو کہ بعض اوقات اہل فن لفظ قطب کے اطلاق کے بارے میں توسع سے کام لیتے ہوئے ہر اس شخص کو قطب کہہ دیا کرتے ہیں جس پر جہان میں سے کوئی ایک مقام دار ہو (یعنی اس کے تصرف میں ہو) اور وہ اپنے دور میں کمالات روحانی کے اندر اپنے معاصرین سے منفرد اور فائق ہو۔ تو کبھی کسی شہر کے مرد کو اس شہر کا قطب اور کسی جماعت کے شیخ کو اس جماعت کا قطب کہا جاتا ہے۔ لیکن اصطلاحی قطب جس پر لفظ قطب کا اطلاق بغیر کسی اضافت کے مطلقاً کیا جاتا ہے وہ صرف ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ اور وہی غوث بھی ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے زمانے میں پوری جماعت اولیا کا سردار ہوتا ہے۔ اور ان اقطاب میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جو حکومت ظاہری بھی رکھتے ہیں۔ اور خلافت ظاہری کے ساتھ ساتھ خلافت باطنی پر بھی متمکن ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور بعض وہ ہوتے ہیں جو صرف خلافت باطنی پر ہی فائز ہوتے ہیں، جیسا کہ اکثر اقطاب جہاں، اور علامہ ابن حجر کی کے "فتاوی حدیثیہ" میں لکھا ہے کہ "رجال غیب" کو "رجال غیب" اس لیے کہتے ہیں کہ اکثر لوگ ان کو نہیں

پہچانتے۔ اُن کا رئیس "قطب، غوث، فرد، جامع ہوا کرتا ہے۔ (یعنی ایسے شخص کو قطب، غوث اور فرد جامع بھی کہتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ اس کو چاروں سمتوں یعنی مشرق، مغرب، شمال، جنوب میں اس طرح گھومتے پھرنے کی طاقت عطا فرماتا ہے جیسا کہ فلک (آسمان) اُفق سماوی میں گردش کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے حالات کو خاص و عام سے پوشیدہ رکھا کرتا ہے۔ اور اُس کے حال کا یہ چھپا پوشیدگی اللہ تعالیٰ کی اُس کے بارے میں غیرت کی وجہ سے ہے۔ وُہ سب کو ایک جیسا سمجھا ہے تو عالم کو جاہل کی طرح اور بیوقوف کو عقلمند کی طرح اور چھوڑنے والے کو پکڑنے والے کی طرح، یُونہی قریب کو دُور، اور آسان کو مشکل، اور امن والے سے فکر کو ڈرنے والے کی طرح۔ (مطلب یہ کہ وُہ اپنا فیض پہنچانے میں اپنی ماتحت رعایا کے ساتھ یکساں سلوک فرمایا کرتے ہیں) اور دنیا میں اس کا مقام ایسا ہو ہے جیسا دائرہ میں اس کے مرکزی نقطہ کا۔ اس کے ساتھ جہان کی درستگی وابستہ ہوتی ہے"۔ اور (حنفی محدث علامہ) مُلا علی قاری کی کتاب "المعدن العدنی فی اویس القرنی" میں لکھا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ (حیات ظاہری) میں قطب ابدال میرے خیال میں اویس قرنی تھے۔ (ان کا کلام ختم ہوا) اور "خصائص نبویہ" کی منظوم شرح میں شیخ المشائخ الشہاب احمد المینی نے فرمایا ہے کہ "صُوفیا میں حضرت تونسی کا نظریہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلا قطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں۔ وُہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے مقام قطبیت پر فائز ہوئیں اور اُن سے پہلے اس اُمت میں کوئی بھی قطب نہیں ہوا۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ کے بعد عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) مقام قطبیت پر فائز ہوئے لو جب قطب وقت کا انتقال ہو جاتا ہے تو دو اماموں میں سے ایک اُس کا خلیفہ اور جانشین ہوا کرتا ہے۔ کیوں کہ دو امام اُس کے لیے بمنزلہ دو وزیروں کے ہوتے ہیں، اُن میں کا ایک

لے البتہ اُس کے حالات میں اتنی بات آدٹ (ظاہر) کی گئی ہے کہ وُہ "

صرف عالمِ ملکوت کے مشاہدہ میں ہوتا ہے۔ اور دُوسرا عالمِ مُلک کے مشاہدہ میں، اور جس امام کی نظر عالمِ ملکوت پر ہوتی ہے وُہ دُوسرے کی نسبت بلحاظِ مقام اعلیٰ ہوتا ہے۔ (یہ کلام ختم ہوگیا)۔

اَبدال کی تشریح

اَبدال، ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ بدل کی جمع ہے۔ ابدال کو ابدال کیوں کہتے ہیں، اس کی وجہ تسمیہ آگے حدیث کے حوالہ سے آرہی ہے۔ کہ "جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے بدل دُوسرے شخص کو مقرر فرمادیا کرتے ہیں۔ (یہ تو ابدال کی ایک وجہ تسمیہ ہوئی اور دُوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ) وُہ حضرات اپنے بُرے اخلاق کو بدل ڈالتے اور اپنے آپ کو مرضاتِ الٰہیہ (پسندیدگی خداوندی) کے مطابق ڈھال لیا کرتے ہیں، یہاں تک کہ اِن کے اچھے اخلاق اِن کے اعمال کا زیور بن جاتے ہیں۔

(تیسری وجہ تسمیہ) یا اس مقام کے اولیاء کو ابدال اس لیئے کہتے ہیں کہ وُہ انبیاء علیہم السّلام کے جانشین ہوتے ہیں (تو اِس معنی گویا اُن کا بدل ہوئے) جیسا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے کلام میں آگے آرہا ہے (چوتھی وجہ تسمیہ) جیسا کہ الشہاب المنینی نے عارف ابنِ عربی سے نقل کیا ہے کہ (ابدال جمع ہے بدل کی تو بدل ایک اور ابدال متعدد افراد جو ایک خاص قسم کے اولیاء ہوتے ہیں) جب کوئی بدل (ابدال) کسی جگہ سے دُوسری جگہ جاتا ہے تو وَہاں اپنی رُوحانی حقیقت کو چھوڑ جایا کرتا ہے۔ جس کے پاس اُس علاقہ کے تمام ارواح اکھٹے ہوتے ہیں جہاں سے وُہ بدل (ابدال) گیا ہے۔ پھر اگر اُس علاقہ کے لوگ اس علاقہ کے ابدال کی زیارت کے زیادہ مشتاق ہوں تو وُہ حقیقتِ رُوحانی جس کو ابدال اپنی جگہ چھوڑ کر گئے ہیں، جسدی اور جسمانی لباس پہن کر اُن لوگوں سے کلام کرتی ہے اور وُہ اُس سے اُنس کرتے ہیں، جب کہ وُہ اصلی ابدال اپنی جگہ سے غائب ہوتا ہے، اور کبھی یہ کام یعنی بدل کا اپنی جگہ سے دُوسری جگہ جانا بدل کو چھوڑے بغیر ہوا کرتا ہے اور فرق ان دو باتوں میں یہ ہے کہ اگر ابدال اپنی جگہ اپنا بدل اور قائم مقام چھوڑ کر کہیں جائے تو وُہ بدل

ــــ اور یا ابدال کے نام کی وجہ یہ ہے'

اور قائم مقام بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ رحلت کرتا اور آتا جاتا ہے۔ اور اس بات سے واقف ہوتا ہے کہ اس کو کسی نے اپنی جگہ پر چھوڑ رکھا ہے۔ اور اگر ابدال کسی جگہ کو بلا بدل تو قرار دے دے ویسے ہی چھوڑ کر چلا جائے تو وہ جگہ رحلت کرنے آنے جانے اور علم وغیرہ سے ناواقف و نابلد ہوتی ہے۔ (یہاں پر شہاب کا کلام بحوالہ ابن عربی ختم ہو گیا ہے)

اور قصیدہ تائیہ کی شرح میں علامہ قاشانی فرماتے ہیں کہ ابدال (اولیاء اللہ) سے مراد وہ گروہ ہے جو اہل محبت اہل کشف، اہل مشاہدہ، اہل حضور (حضوری) سے ہیں اور لوگوں کو توحید الٰہی اور دین اسلام کی طرف بلاتے ہیں (یہاں پر اصل عربی نسخہ میں کسی قدر عبارت چھوٹی ہوئی ہے)۔

اور اللہ تعالیٰ اُن (اولیاء ابدال) کے وجود کی برکت سے بندوں کو خوشحال اور شہروں کو آباد فرماتا ہے اور اُن کے طفیل لوگوں سے بلاؤں اور شر و فساد کو دور فرماتا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی میں اللہ تعالےٰ سے حکایت کرتے ہوئے آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میرا بندہ (دوسرے کاموں کو چھوڑ کر) زیادہ تر میرے ساتھ ہی مشغول رہے تو میں اُس کی ہمت و ارادے اور لذت کو اپنی یاد و ذکر میں ہی لگا دیا کرتا ہوں۔ پھر جب میں اس کی ہمت اور لذت کو اپنی یاد میں لگا دیتا ہوں، تو پھر وہ مجھ سے عشق اور میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور اپنے اور اس کے درمیان کا حجاب اٹھا دیتا ہوں، تو پھر جب لوگوں کو سہو ہوتا ہے تو اُس کو (اس مقام پر پہنچ کر) سہو نہیں ہوتا (بھولتا نہیں) ایسے لوگوں کا کلام انبیا علیہم السلام کا کلام ہوتا ہے۔ اور یہی لوگ صحیح ابدال ہوتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میں لوگوں پر کوئی عذاب نازل کرنا چاہتا ہوں تو اس معاملے میں اُن (ابدال) کو یاد کرتا ہوں۔ (اُن پر نظر ڈالتا ہوں) تو پھر اُن کے طفیل دوسرے لوگوں سے عذاب کو ٹال دیتا ہوں" (حدیث قدسی کا مضمون ختم ہو گیا)۔ اور ابدال چالیس مرد ہوتے ہیں۔ کہ اُن میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص مقام و درجہ ہوتا ہے۔ کہ اُن کا پہلا درجہ گروہ صالحین کا آخری درجہ ہوتا ہے۔ (صالحین کا گروہ ابدال سے مرتبہ میں کم اور نیچے ہوتا ہے)۔ اور اولیاء ابدال کا آخری درجہ قطب کا پہلا درجہ ہوتا ہے (یعنی قطب ابدال سے درجہ میں اوپر ہوتا ہے اور اس کا پہلا زینہ ترقی کے روحانی ابدال کے لیئے آخری زینہ ہوتا ہے) پھر جب ابدال میں کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اُس کا جانشین اُس کو بنا دیتا ہے جو اُس کے ماتحتوں میں سے اُس کے قریب ہوتا ہے۔ پھر یونہی ہر اُس ابدال کا تبادلہ کیا جاتا ہے جو پہلے سے درجے میں کم ہوتا ہے۔ تو اس تبادلے کے نتیجے میں صالحین کے گروہ میں سے ایک صالح، ابدال کے پچھلے درجے پر ترقی پاجاتا ہے، اور اب وُہ ابدال کی لڑی میں پرو دیا جاتا ہے۔ (یعنی اس کا شمار اب گروہِ ابدال میں سے ہونے لگتا ہے) اور ابدال کی یہ تعداد (چالیس کی) ہمیشہ پُوری ہی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ جب قیامت آئے گی تو وُہ سب کے سب اُٹھا لیے جائیں گے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ (یہاں پر علامہ قاشانی کا کلام ختم ہوا)۔

امام غزالی کا حوالہ

کتاب "احیاء علوم الدین" میں امام حجۃ الاسلام غزالی اللہ تعالیٰ ان کے طفیل ہمیں نفع پہنچائے کتاب "ذمّ الکبر والعجب" سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔ جو کہ انبیاء کے نائب ہوتے ہیں۔ وُہ زمین کے اوتاد (یعنی میخیں) ہوتے ہیں تو جب نبوت ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی جگہ پر (یعنی اُن کی نیابت میں) اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے ایسی قوم کو رکھا کہ اُن کے اور دُوسرے لوگوں کے درمیان زیادہ روزوں، یا زیادہ نمازوں، یا زیادہ خوبصورتی کی وجہ سے کوئی امتیاز نہیں ہوتا، لیکن زیادہ پرہیزگاری، نیت کی خوبی، تمام مسلمانوں کی نسبت سے سینے (دل) کی صفائی اور تمام مسلمانوں کی خیرخواہی محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے بڑے صبر اور بغیر ذلت (ذلالت) کے تواضع و عاجزی کے ساتھ کرنا، وُہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ چُن لیتا، منتخب فرماتا، اور اپنی ذات کے لیے خالص و مخصوص کر لیتا ہے۔ اور وُہ چالیس صدیق ہوتے ہیں۔ جن میں تیس مرد ایسے ہوتے ہیں جن کے دلوں میں حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا یقین جاگزیں ہوتا ہے۔ اُن میں سے کسی کا انتقال نہیں ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ پر اُس کا نائب پیدا فرما دیتا ہے۔ (یعنی کسی ابدال کا انتقال اُس وقت ہوتا ہے جبکہ پہلے سے اُس کے جانشین کا انتظام کر لیا جاتا ہے)۔

میرے بھائی خوب سمجھ لو (ان حضرات کی نشانی یہ ہے کہ) یہ لوگ نہ تو کسی چیز پر لعنت کرتے ہیں (کسی چیز کی بُرائی نہیں کرتے) اور نہ ہی کسی چیز کو ستاتے ہیں۔ اور نہ کسی چیز کی تحقیر کرتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی چیز پر فخر اور بڑائی جتاتے ہیں اور نہ کسی چیز پر حسد کرتے ہیں۔ اور نہ ہی دُنیا کی حرص کرتے ہیں۔ یہ لوگ نیکی اور پاکبازی میں سب سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ جسمانی لحاظ سے (پیدائشی طور پر) بہت نرم، اور دل کے بہت سخی ہوتے ہیں۔ اُن کی نشانی سخاوت ہے، اور اُن کی عادت خوش رُوئی و خندہ پیشانی و بشاش رہنا ہے اور ان کی صفت سلامتی ہے۔ وُہ نہ تو آج کسی خوف میں مُبتلا ہیں اور نہ کل کسی غفلت میں، بلکہ وُہ تو اپنی ظاہری حالت پر ہمیشہ قائم و دائم رہتے ہیں۔ اور اُس باطنی و پوشیدہ حالت پر (ثابت و قائم رہتے ہیں) جو اُن کے اور اُن کے رب عزّوجلّ کے درمیان راز ہے۔ نہ تو اُن کو آندھیاں پا سکتی ہیں اور نہ ہی تیز رفتار گھوڑے اُن تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ ان حضرات اہل اللہ کی رفتار اور طیر و سیر نورانی اس قدر تیز ہے کہ یہ دُنیاوی و مادی تیز رفتار چیزیں اُن کے گرد قدم تک نہیں پہنچ پاتیں) اُن کے قلوب (دل) خوشی اور شوق سے اور نیکی کے میدان میں سبقت لینے اور آگے بڑھنے کے لیے بارگاہِ الٰہی کی طرف اوپر پرواز کر جاتے ہیں۔ " یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے۔ اور یقین رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہے۔" (" یہ لوگ سے لے کر کامیاب ہے" تک آیتِ قرآنی کا مضمون ہے)۔

حدیثِ مذکور کے راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالدرداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ " میں نے کبھی کوئی صفت نہیں سُنی جو میرے نزدیک ان صفاتِ مذکورہ سے زیادہ دُشوار اور مشکل ہو۔ تو پھر (بتائیے) کہ میں ان صفات تک کیسے رسائی حاصل کر سکتا ہوں"، (حضرت ابوالدرداء صحابی نے) فرمایا کہ تم ان صفات کے کھلے میدان میں اُسی وقت پہنچ سکتے ہو جب کہ تم دُنیا کو اپنے ہاں مبغوض رکھو۔ (دُنیا کو اپنا دُشمن سمجھو) کیوں کہ تم جس قدر دُنیا سے دُشمنی کرو گے، اُسی قدر آخرت کی محبت کی طرف متوجہ ہو جاؤ گے اور تم جس قدر آخرت سے محبت رکھتے ہو اُسی قدر دُنیا سے بے رغبتی رکھو (اور زُہد اختیار کرو) اور تم جس قدر بھی دُنیا سے بے رغبتی برتو گے اُسی قدر اپنا فائدہ دیکھو گے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے حسنِ طلب (جستجو کی خوبی) کو دیکھتا ہے تو اُس کے کاموں میں درستگی پیدا فرما دیتا ہے اور اُسے اپنی پناہ و حفاظت میں لے لیتا ہے۔

تو اے میرے بھتیجے! سمجھو کہ یہ بات (عصمت و حفاظتِ الٰہی، اللہ تعالیٰ کی معیت) تو اللہ تعالیٰ کی اُتاری ہوئی کتاب (قرآن پاک) میں مذکور ہے چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: "بلاشبہ اللہ تعالےٰ پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے"۔

یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں کہ ہم نے (حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی روشنی میں) اس بارے میں جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور مرضیاتِ الٰہی کی چاہت کی لذت کی طرح دُنیا کی کسی بھی چیز سے ایسی لذت اور حظ کسی نے کبھی نہیں اُٹھایا (یعنی جیسا لطف اور مزہ خدا کی محبت، اور اس کے پسندیدہ کاموں کی چاہت میں ہے، ویسا لطف اور مزہ دُنیا کی کسی بھی چیز میں نہیں ہے) یہاں پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوگیا)۔

(فائدہ) عارف باللہ ابن عربی نے اپنی کتاب "حلیۃ الابدال" میں فرمایا کہ "میرے ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ "میں ایک رات اپنے (معمول کے) درود وظیفے کو پورا کر کے اپنے گھٹنوں پر سر کو رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا تھا کہ اچانک مجھے کسی شخص کی آمد محسوس ہوئی جس نے آکر میرے نیچے سے میری جائے نماز کو نکال کر اُس کی جگہ پر چٹائی بچھا دی اور پھر کہا کہ "اس پر نماز پڑھو"۔ جبکہ میرے گھر کا دروازہ بند تھا، تو اِس سے میرے اندر گھبراہٹ پیدا ہوگئی تو اُس شخص نے مجھ سے کہا کہ "جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ مانوس ہوا کرتا ہے وہ گھبرایا نہیں کرتا"۔ اس کے بعد میرے دل میں منجانب اللہ ایک بات ڈالی گئی، چنانچہ میں نے اُس شخص سے کہا کہ "اے میرے آقا یہ بتائیے کہ اولیاء ابدال کس چیز اور کس کام سے ابدال بنا کرتے ہیں، تو اُس نے جواب دیا کہ چار کاموں سے

۱۔ لغات:۔ افرغ الماء، پانی گرانا۔ ۲۔ السداد:۔ درستی۔ راستی۔ ہدایت"۔ ۳۔ اکتنف:۔ اُونٹوں کے لیے باڑھ بنانا"۔ ۴۔ العصمۃ:۔ بچاؤ"۔ گوشبد، پشہ"۔

جن کا ذکر امام ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "قوت القلوب" میں فرمایا ہے ۔(۱) خاموشی، (۲) لوگوں سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی، (۳) بھوک، (۴) بیداری۔ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا اور میں یہ نہ معلوم کر سکا کہ وہ اندر کیسے داخل ہوا اور پھر باہر کیسے گیا، جب کہ میرے گھر کا دروازہ بند ہی تھا"

(ابن عربی کے ساتھی کا کلام ختم ہو گیا)۔ عارف ابن عربی کہتے ہیں کہ یہ آنے والا شخص گروہ ابدال سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا نام معاذ بن اشرس ہے" اور جن چار باتوں کا اس نے ذکر کیا تھا وہ اس راستے کے ستون اور طریقت و روحانیت کی عمارت کے پائے ہیں۔ اب جس کو ان چار صفات میں پختگی حاصل نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے رکا ہوا ہے، اور میں نے اسی سلسلے میں یہ اشعار کہے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔

(۱) اے وہ شخص جس نے ابدال کے مقام کے حصول کا ارادہ اُن اعمال کے اپنانے کے قصد کے بغیر ہی کر لیا ہے۔ (جن اعمال کا اپنانا اس مقصد کے لیے ضروری ہے)۔

(۲) تو اُس مقام کی طمع نہ کر کیوں کہ تو اس کا اُس وقت تک اہل نہیں جب تک تو تمام حالات میں اُن حضرات کے قریب ہو جائے (یعنی عملی لحاظ سے) (اور وہ اعمال یہ ہیں)۔

(۳) دل سے خاموش رہ، اور ہر اُس شخص سے کنارہ کر جو بھی تیرے قریب آئے، سوائے اپنے محرم راز دوست کے؛

(۴) اور جب تو بیدار اور بھوکا رہے، تو تو نے اُن کے مقام کو پا لیا، اور سفر و حضر یعنی ہر حال میں تو اُن کا ساتھی بن گیا۔

(۵) ولایت کے گھر کی بنیادیں ہمارے ابدال سرداروں نے آپس میں بانٹ رکھی ہیں"

(۶) (اور وہ بنیادیں ہیں) ۱۔ خاموشی، اور ۲۔ دائمی کنارہ کشی، اور ۳۔ بھوک، اور ۴۔ شب بیداری جو کہ گناہوں سے پاکی، اور علوِ مرتبت اور بلندیٔ شان کا ذریعہ ہے"

(لغات) زاحم :۔ قریب ہونا۔

(ابنِ عربی کا کلام یہاں پر ختم ہوا، جسے شہاب عینی نے خصائص نبویہ منظومہ کی شرح میں نقل فرمایا ہے)

(اَوتاد)

"اَوتاد" واؤ کے کسرہ کے ساتھ "وتد" کی جمع ہے اور واؤ کا فتحہ بھی اس میں ایک لغت ہے۔ عارف ابنِ عربی نے اپنی بعض تالیفات میں فرمایا ہے کہ اولیاء کا یہ گروہ جو اوتاد کہلاتا ہے، کبھی کبھی ان سے لفظ "جبال" جو جمع ہے جبل کی، (جس کا ترجمہ ہے "پہاڑ") کے ساتھ بھی تعبیر کیا جاتی ہے، (یعنی لفظ "جبال" بول کر مراد اس سے اولیاء اللہ کا یہ گروہ اوتاد لیا جاتا ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں

"اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا" الآیہ کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا"۔ (یعنی بنایا ہے کیونکہ استفہام انکاری ہے اور لم نفی و جحد ماضی کے لیئے ہے۔ اور نفی کی نفی، اثبات ہوتا ہے) (تو اس آیت میں شیخ ابن عربی کی تفسیر کے مطابق "جبال" سے مراد اولیاء اللہ کا یہ گروہ ہے)۔ تو ان اوتاد اولیاء اللہ کی حیثیت جہان میں ایسی ہے جیسے زمین میں پہاڑ ہیں۔ تو جس طرح پہاڑوں کی وجہ سے زمین ایک طرف کو جھکنے سے رکی ہوئی ہے اور اپنی جگہ پر ٹھہری ہوئی ہے۔" (یونہی ان اوتاد اولیاء اللہ کی وجہ سے دُنیا کے معاملات میں توازن پیدا ہوتا ہے) شہاب عینی مناوی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اوتاد اولیاء اللہ ہر زمانے میں چار ہوتے ہیں، کہ نہ تو اس سے زیادہ ہوتے ہیں اور نہ کم، تو ان میں سے ایک کے ذریعے اللہ تعالےٰ مشرق کی نگرانی فرماتا ہے، اور دُوسرے کے ذریعہ مغرب کی، تیسرے کے ذریعہ جنوب کی، اور چوتھے کے ذریعہ شمال کی"، شیخ ابنِ عربی فرماتے ہیں کہ ان اوتاد اربعہ میں سے ہر وتد (ہر ایک ولی) کے لیئے بیت اللہ شریف کے ارکان اربعہ (چار گوشوں) میں سے ایک رُکن ہے؛ اور ان میں کا ہر ایک ایک نبی کے قلب پر ہوتا ہے۔ تو جو حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے، اُس کے لیئے بیت اللہ شریف کا رکن شامی ہے، اور جو ابراہیم علیہ السلام کے قلب مبارک پر ہوتا ہے اُس کے لیئے خانہ کعبہ کا رکن عراقی ہے، اور جو عیسی

علیہ السلام کے قلب مبارک پر ہوتا ہے اُس کے لیئے بیت اللہ کا رکن یمانی ہے ، اور جو شفیع عاصیاں
رحمتِ عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اقدس پر ہوتا ہے اُس کے لیئے رکن حجرِ اسود ہے
اور وُہ مقام ہمارے لیئے ہے ۔ جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ۔ (ابنِ عربی کا کلام ختم ہُوا) (یعنی ابنِ
عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ " یہ آخری مقام بحمد اللہ تعالیٰ مجھے حاصل ہے)

(نجباء)

نجباء ۔ " نجیب " کی جمع ہے ۔ اور بعض اوقات " نجیبٌ " کی جمع " انجابٌ " بھی بولی جاتی
ہے ۔ تاکہ " ابدال " اور " اقطاب " کے ساتھ اس کا وزن مطابق ہو جائے ۔ لیکن نجیبٌ کی جمع انجابٌ خلافِ
قیاس ہے ، اور موافقِ قیاس اِس کی جمع " نجباء " ہی ہے ۔ جیسا کہ " کریم " کی جمع " کرماء " ہے ۔ میرے
سیّد عارف ابنِ عربی نے اپنی بعض تالیفات میں " فتوحاتِ مکیہ " کی طرف منسوب کرتے یعنی اُس کا حوالہ
دیتے ہُوئے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ میں ایک گروہ " نجباء " ہے ۔ اور اُس کی تعداد ہر زمانے میں آٹھ
ہوتی ہے ۔ نہ تو اِس سے بڑھتے ہیں اور نہ ہی اِس سے گھٹتے ہیں ۔ اور یہ لوگ آٹھ صفات کے علم والے
ہوتے ہیں ۔ سات صفات تو مشہور ہی ہیں اور آٹھویں صفت اِدراک ہے ۔ (تو نجباء کو ان ثمانیہ کا جزئی
علم ہوتا ہے) اور اُن کی جائے قیام کرسی ہے جس سے وُہ آگے نہیں بڑھتے اور ستاروں کے سیرو
حرکت کا اُنہیں گہرا اور پختہ علم ہوتا ہے ۔ اور یہ علم دونوں طریق سے حاصل ہوتا ہے ۔ (۱) ایک تو از راہِ
کشف ، اور (۲) دُوسرے اِس فن (جس طرح کہ علماء کے نزدیک جو طریقہ ستاروں کی حرکات اور
اُن کے نتائج معلوم کرنے کے لیئے مقرر ہے ، اُس طریق پر مطلع ہونے کی وجہ سے (وُہ حرکات و
تاثیراتِ کواکب معلوم کر لیا کرتے ہیں) ۔ (یہ کلام ختم ہُوا) ۔

(نُقباء)

اور نقباء جمع ہے نقیب کی ۔ صحاح اللغۃ میں ہے کہ " نقیب " عریف کو کہتے ہیں ۔ یعنی جو

آدمی قوم کی دیکھ بھال کرنیوالا اور اُن کا کفیل ہو، (انتہا) عارف ابن عربی لکھتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نویں آسمان کے علم کے جامع ہوتے ہیں، اور" نجبار" اُن آٹھوں آسمانوں کے علوم کے حامل ہوتے ہیں جو نویں آسمان کے نیچے ہیں اور ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ" اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے نقباء بھی ہیں۔ اور نقیب ہر زمانے میں بارہ ہی ہوتے ہیں۔ کم و بیش نہیں ہوتے۔ سو ان کی تعداد آسمان کے بارہ بُرجوں کے مطابق بارہ ہے۔ اور ہر نقیب ایک بُرج کی خاصیات اور اُن کے اسرار و تاثیرات کو جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے مقام میں ودیعت فرما رکھی ہے۔ اور کواکب (ستارے) سیارہ اور ثوابت کے قطع و برید کو بھی (جانتا ہے)۔ کیونکہ ثوابت ستاروں کے لیے حرکتیں بھی ہیں۔ اور برجوں میں ایسے طریق سے قطع و برید کرنا بھی کہ جس کی وجہ سے اُن کے حسن و خوبی میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ قطع و برید کا عمل ہزاروں سالوں میں کہیں ایک بار ہوا کرتا ہے۔ اور رصدگاہوں والے اس کے مشاہدہ سے قاصر رہتے ہیں۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان نقباء کے ہاتھوں میں تمام اُتاری گئی شریعتوں کے علوم رکھے ہیں، اور یہ حضرات نفس کی پوشیدہ خرابیوں اور مہلکات کو معلوم کر لیا کرتے ہیں۔ اور اُس کا مکر و فریب اور ابلیس کا دھوکہ اُن پر واضح ہو جاتا ہے اور ان حضرات کو ابلیس کی ایسی باتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں جو خود اُس کو بھی معلوم نہیں ہوتیں (انتہا) اور باقی رہے دو امام جن پر پہلے کلام ہو چکا ہے کہ وہ قطب الاقطاب کے وزیر ہوتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کی اور قسم ہے جن کو "افراد" کہتے ہیں۔

افراد:- عارف ابن عربی نے اپنی بعض کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ فرشتوں میں ان اولیاء افراد کی نظیر وہ اہم فرشتے ہیں جن کو کروبیین کہتے ہیں (یعنی مقربین) یہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں مقیم اور اُس کی حضوری میں حاضر رہتے ہیں۔ اور سوائے اُس کے کسی کو نہیں پہچانتے۔ اور جس قدر اُس کی معرفت حاصل کر چکے ہیں اس کے علاوہ اس سلسلہ میں اور کچھ نہیں جانتے۔ اور ان کی حالت کچھ اس قسم کی ہوتی ہے کہ ان کے نفسوں کو بھی ان کی ذات کا علم نہیں ہوتا۔ (کیونکہ مقام نفس اور ہے اور مقام ذات اور) اور حقیقت میں اُن کو اُن کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ اُن کا مقام صدیقیت اور نبوت

کے درمیان ہے۔ (انتہیٰ)

(فصل: ان اولیاء اللہ کی تعداد اور جائے سکونت کے بیان میں)

برہان ابراہیم لقانی نے شرح منظومۃ الکبیر میں جس کا نام "عمدۃ المرید لجوہرۃ التوحید" ہے۔ ابن تلمسانی کے حواشی "شفاء" سے نقل کیا ہے کہ خطیب نے "تاریخ بغداد" میں "کتانی" کے حوالہ سے تصریح نقل کی ہے کہ "نقباء" تین سو ہوتے ہیں اور "نجباء" ستر اور "ابدال" چالیس اور "اخیار" سات اور "عمد" جن کو "اوتاد" بھی کہتے ہیں، چار اور "غوث" ایک ہوتا ہے۔ تو "نقباء" کی جائے سکونت مغرب ہے۔ اور "نجباء" کا مسکن مصر ہے۔ اور "ابدال" شام میں رہتے ہیں۔ اور "اخیار" زمین پر سیاحت کرتے رہتے ہیں۔ اور "عمد" و "اوتاد" زمین کے گوشوں میں سکونت پذیر ہوتے ہیں۔ اور "غوث" کی رہائش مکہ معظمہ ہے۔ پھر جب عوام الناس کے بارے میں کوئی حاجت پیش آتی ہے تو "نقباء" بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑا کر دعا مانگا کرتے ہیں، قبول ہو جائے تو بہتر ورنہ پھر "نجباء" بارگاہِ الوہیت میں زاری کیا کرتے ہیں۔ قبول ہو گئی تو بہتر ورنہ "ابدال" دعا مانگتے ہیں، پھر "اخیار" پھر "اوتاد" زاری کیا کرتے ہیں۔ تو اگر ان کی دعا وزاری سے پوری کی پوری کی حاجت یا اس کا کچھ حصہ پورا ہو گیا تو بہتر، ورنہ "غوثِ وقت" بارگاہِ خداوندی میں عاجزی سے دعا مانگتے ہیں، تو اُن کا سوال ابھی پورا بھی نہیں ہوتا کہ اُن کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ (انتہیٰ)

اور ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "نقباء" تین سو ہیں۔ اور "نجباء" ستر، اور "ابدال" چالیس، اور "اخیار" سات اور "عمد یعنی اوتاد" چار اور "غوث" ایک ہوتا ہے۔" اور ابوبکر طوسی ایک ایسے شخص سے روایت کرتے ہیں جس نے خضر علیہ السلام کی زیارت کی۔ اور ان سے ہم کلام بھی ہوا تھا کہ خضر علیہ السلام نے اُس سے فرمایا کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو زمین نے رو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ میرے مولا اب تو میں اِس حال میں رہ گئی ہوں کہ مجھ پر قیامت تک کوئی بھی نبی چلے پھرے گا نہیں۔ (دیکھئے زمین بھی جانتی ہے کہ،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور آپ کے بعد دوسرا کوئی بھی نبی نہیں آ سکتا) تو اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ "اب میں تیری پُشت پر اس اُمت میں سے ایسے اولیاء پیدا و مقرر کروں گا جن کے قلوب انبیاء علیہم السلام کے قلوب پر ہوں گے اور میں مجھ کو ان سے قیامت تک خالی نہیں چھوڑوں گا زمین نے عرض کیا کہ اُن کی تعداد کتنی کچھ ہوگی، فرمایا تین سو تو (عام) اولیاء ہوا کریں گے، اور ستر " نجبا" ہوں گے اور چالیس "اوتاد" اور دس "نقباء" اور سات "عرفاء" اور تین "مختارون" اور ایک "غوث" ہوگا، پھر جب غوث کا انتقال ہو گا تو نچلے تین اولیاء کسی کو ترقی دے کر اس کی جگہ پر غوث بنا دیا جائے گا۔ اور سات میں کسی کو ترقی دے کر تین کی تعداد پوری کر دی جائے گی اور دس میں کسی کو ترقی دے کر سات، چالیس میں سے کسی کو ترقی دے کر دس، اور ستر میں کسی کو ترقی دے کر چالیس، اور تین سو عام اولیاء اللہ میں کسی کو ترقی دے کر ستر اور دوسرے لوگوں میں سے کسی کا انتخاب کر کے تین سو کی تعداد پوری کر دی جائے گی، اور یہ سلسلہ صور کے پھونکے جانے یعنی تاقیام قیامت یونہی جاری رہے گا۔ (انتہی کلامہٗ) میں کہتا ہوں کہ اس مذکورہ حوالے میں جو ان خاص اولیاء اللہ کی تعداد کی تعیین کی گئی ہے، اس بارے میں کچھ مخالفت بھی ہے جیسا کہ پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

(صاحب مناصب اولیاء اللہ کی تعداد میں اختلاف کی وجہ)

اور ان کی تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جس نے زیادہ تعداد بیان کی ہے اس نے سب کا ذکر کیا ہے اور جس نے کم تعداد بتائی ہے اس نے اس درجے کے رئیس اور بلند پایہ اولیاء کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ اور دوسروں کی نسبت اس طبقہ کے جو راسخ القدم حضرات تھے، صرف اُن ہی مخصوص ہستیوں کا عدد بتایا کُل کا نہیں۔ آگے جو بات آ رہی ہے اس کے جواب میں بھی یونہی کہا جائے گا۔

اور بعض حضرات نے اس سوال (یعنی اختلاف تعداد مرویہ) کا یہ جواب دیا ہے کہ "صحیح ترین روایت سے معین تعداد مفہوم نہیں ہوتی" لیکن ہمارا جواب جو اوپر مذکور ہوا، اس جواب سے زیادہ اچھا ہے کیوں کہ ان حضرات کے بارے میں یہ قید لگائی گئی ہے کہ "ان کی معینہ تعداد میں کوئی کمی یا بیشی نہیں ہوتی" اور اس کے علاوہ ایک اور جواب بھی آگے آ رہا ہے۔ سو اب تم خود غور کر لو۔

دُوسرا باب

اُن آثارِ نبویہ کے بیان میں جو کہ ان مخصوص اَولیاء اللہ کے مَوجُود ہونے اور باقی مخلوق سے ان کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں

سو ان آثارِ نبویہ کا کچھ حصّہ علامہ ابنِ حجر نے "فتاویٰ حدیثیہ" میں اور "شہاب احمد منینی" نے اپنی منظومہ کی شرح میں، حافظ سیوطی سے نقل کرتے ہوئے، اور "امام سخاوی" نے اور یونہی "مُلّا علی قاری" نے اپنی تصنیف "المعدن العدنی فی اویس القرنی" میں ذکر کیا ہے، سو اُن احادیثِ مُبارکہ میں ایک وُہ ہے جو امام حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "ملکِ شام والوں کو بُرا نہ کہو کیوں کہ وہاں کے لوگوں میں "ابدال" بھی رہتے ہیں۔ اِس حدیث کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے دُوسری روایت میں مَروی ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "(ہاں البتہ) ملک شام کے ظالم لوگوں کو بُرا کہہ سکتے ہو"۔ ایک اور روایت میں اِس طرح ہے کہ "شام کے سب لوگوں کو (بلا استثناء) بُرا نہ کہا کرو کیوں کہ وہاں اللہ کے خاص بندے ابدال بھی رہتے ہیں"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ "ابدال شام میں، اور نجباء کوفہ میں رہتے ہیں" ایک اور روایت میں یوں ہے کہ "اوتاد کوفہ والوں میں سے ہیں اور ابدال شام والوں میں سے" ایک اور روایت میں ہے کہ "نجباء مصر میں رہتے ہیں اور اخیار عراق والوں میں سے ہیں اور قطب یمن میں، اور ابدال شام میں ہیں، مگر اُن کی تعداد تھوڑی ہے"۔ میں کہتا ہُوں کہ اِس روایت میں فرمایا گیا ہے کہ نجباء مصر میں رہتے ہیں، جبکہ سابقہ روایت میں فرمایا کہ نجباء کوفہ میں رہائش پذیر ہیں، (سو ان دو روایتوں میں نجباء کی جائے سکونت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، یہ ایک سوال ہے اور اِس کا حل یہ ہے کہ) حدیث کی ان دو روایتوں کو ملانے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نجباء ان دو مقامات میں سے کسی ایک مقام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کبھی تو کوفہ میں رہتے ہیں، اور کبھی مصر میں، سو

ان دو روایتوں میں کوئی منافات نہیں اور اللہ تعالیٰ (حقیقت حال کو) بہتر جانتا ہے۔
اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "ابدال شام میں رہتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں، ان کے ذریعہ سے بارش برستی ہے، اور ان کی برکت سے دشمن پر فتح حاصل ہوتی ہے، اور انہی کے طفیل شام والوں سے عذاب دور کیا جاتا ہے"۔
اور میں کہتا ہوں کہ "شہاب منینی کی شرح میں لکھا ہے کہ "اس حدیث مذکورہ میں جو مدد و نصرت کو مقید کیا گیا ہے یہ دوسری احادیث کے منافی نہیں جن میں مدد و نصرت کو بغیر کسی قید کے مطلق ذکر کیا گیا ہے کیوں کہ ان اولیاء اللہ (ابدال) کی نصرت اپنے قرب و جوار میں رہنے والوں کے لیئے زیادہ ہوتی ہے، اگرچہ وہ اہل شام کے علاوہ بھی سب کو شامل ہے۔ (انتہٰی) (عرض مترجم) یہاں علامہ شامی کے بعض کلمات خصوصی توجہ کے قابل ہیں، کہ فرمایا "لان نصرتہم لمن الخ" یعنی ان حضرات اولیاء اللہ گروہ ابدال کی مدد و نصرت الخ جس سے مفہوم ہوا کہ اولیاء اللہ لوگوں کی مافوق العادت مدد فرماتے ہیں کیوں کہ (نصرتہم) میں ھم ضمیر گروہ ابدال کی طرف راجع ہے۔ تو مدد کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے اور جس مدد کا ذکر حدیث زیر نظر میں فرمایا گیا ہے وہ مافوق العادت مدد ہے۔ کہ بارش کا برسنا، دشمن کے مقابلہ میں غیبی فتح حاصل ہونا۔ عذاب الٰہی کا دور ہو جانا" ظاہری اسباب کے تابع نہیں۔ تو وہ جو بعض حلقوں کی جانب سے مافوق العادت امور میں استعانت و استمداد اولیاء اللہ کو شرک قرار دیا جاتا ہے، لاتثبابہ۔ وہ صحیح نہیں بلکہ تجاوز و زیادتی ہے۔ گو یہ درست ہے کہ اولیاء اللہ کی مدد مجازی، غیر حقیقی اور ان اختیارات کے تحت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ سمجھتے ہیں، خانہ زاد و ذاتی نہیں سمجھتے۔ (از پیر مترجم)
(علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ)

محدث ابن ابی الدنیا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ابدال کے بارے میں سوال کیا تھا جو کہ ساٹھ مرد ہیں، تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ، ان کی گرہ کھولیئے اور ان کی صفات بیان فرما کر عقدہ کشائی فرمایئے، تو آپ نے فرمایا کہ

وُہ لوگ کلام میں اور یُونہی خواہشات میں غلو و مبالغہ کرنے والے نہیں ہوتے (یعنی جیساکہ عام لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا کرتے ہیں، وُہ پاکباز لوگ اِس طرح گفتگو سے احتراز فرمایا کرتے ہیں، سادہ، تحقیقی، سچّی گفتگو، اور سیدھی سادی بات کیا کرتے ہیں) اور وُہ زندگی کے کسی بھی مرحلے پر خلافِ سُنّت کوئی کام نہیں کرتے۔ اور چرب زبانی سے کلام نہیں کرتے، اور نہ ہی لوگوں سے متعلق معاملات میں گہرائی تک جاتے اور چھان پھٹک کرتے ہیں، (یعنی نہ تو ٹوہ کی ٹوہ کرتے ہیں، اور نہ ہی دُوسروں کا کھوج لگاتے پھرتے ہیں۔ بلکہ اپنے حال میں مگن اور اپنے کام سے کام رکھتے ہیں، کیونکہ "تجھے دُوسروں کی کیا پڑی پہلے اپنی نبیڑ تو") جو کچھ بھی اُنہوں نے پایا وُہ نماز و روزے اور صدقہ و خیرات کی کثرت سے نہیں پایا بلکہ نفس کی سخاوت، دِل کی سلامتی، اور اپنے پیشواؤں کی خیر خواہی سے پایا ہے" (اس حدیثِ نبوی کا مضمون ختم ہوا)

حضرت انس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ابدال چالیس مرد ہیں، جن میں بائیس تو شام میں اور اٹھارہ عراق میں ہیں، جب اِن میں کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ پر کسی اور کو ابدال مقرّر فرما دیتا ہے۔ پھر جب قیامت آئے گی (دُوسرا ترجمہ، جب اللہ تعالیٰ کا حکم آئیگا تو) سبکے سب اُٹھا لیے جائیں گے، پھر اُس وقت قیامت قائم ہوگی۔ اس کو حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے" ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے مرفوعًا مروی ہے کہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "ابدال چالیس مرد ہیں اور چالیس عورتیں، پھر جب ان میں کسی مرد کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ پر کسی مرد کو ابدال بناتا ہے۔ اور اگر ان عورتوں میں سے کسی عورت کا اِنتقال ہو جائے تو اُس کی جگہ پر کسی عورت ہی کو ابدال بناتا ہے۔ اِس حدیث کو محدّث

لُغات: ۔ (۱) المتنطعین۔ تنطّع فی الکلام، غلو کرنا، فی شہواتہ، مبالغہ کرنا (۲) المتعمقین۔ تعمق فی الامر، معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرنا، فی کلامہ، خوب چرب زبانی سے گفتگو کرنا۔

(مصباح اللغات)

دیلمی نے "مسند الفردوس" میں روایت کیا ہے۔ اور ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میری اُمت کے ابدال جنت میں نماز، روزے کی کثرت کی وجہ سے نہیں جائیں گے، بلکہ جنت میں ان کا داخلہ دلوں کی صفائی اور سلامتی، اور نفسوں کی سخاوت کی وجہ سے ہوگا۔" اس کو محدث ابن عدی، اور خلال نے روایت کیا ہے، اور "خلال" اس کے آخیر میں یہ الفاظ بھی لائے ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ابدال" دوسرے مسلمانوں کی خیرخواہی کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔" اور ایک روایت حدیث میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وساطت سے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "زمین کبھی بھی چالیس ایسے مردوں سے خالی نہیں ہوا کرتی جو کہ ابراہیم، خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی مثل ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے بارشیں برستی ہیں، اور اُن کی وجہ سے مدد ملتی اور فتح حاصل ہوا کرتی ہے۔ ان میں سے کسی کا انتقال ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر کسی دوسرے کو مقرر کر دیتا ہے"، حضرت قتادہ رحمی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "ہمیں اس بات میں شک نہیں کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اُن پاکباز مردوں میں سے ہیں"۔ (جن کے طفیل دُنیا والوں کو خدائی امداد حاصل ہوتی ہے) اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اللہ تعالیٰ باپ بیٹے دونوں سے راضی ہو) سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "نوح علیہ السلام کے بعد زمین کبھی بھی سات ایسے مردوں سے خالی نہیں ہوئی جن کے طفیل اللہ تعالیٰ زمین والوں سے آفات و بلیات اور عذاب کو اُٹھا لیتا ہے"۔ اور حضرت ابنِ عمر سے اللہ تعالیٰ باپ بیٹے دونوں سے راضی ہو، روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میری اُمت کے اندر ہر زمانے میں پانچ سو بہترین افراد موجود رہیں گے اور ابدال چالیس ہوں گے تو نہ اُن پانچ سو میں کوئی کمی ہوگی اور نہ ہی ان چالیس میں، پھر جب چالیس میں سے کسی کا انتقال ہوگا تو اُن پانچ سو میں کسی کو ترقی دے کر اُس ابدال کی جگہ مقرر کر دیا جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں اُن کے اعمال بتائیے۔ فرمایا جو اُن پر ظلم کریگا اُس کو معاف کر دیا کریں گے، اور جو اُن کے ساتھ برائی کرے گا اُس کے ساتھ احسان کریں گے۔ اور اللہ نے جو مال اُن کو دے رکھا ہوگا اُس سے محتاجوں اور غریبوں کی مدد کیا کریں گے

اِس حدیث کو ابونعیم وغیرہ نے روایت کیا ہے ۔ اور ایک روایت میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " ہر زمانے میں میری اُمت کے اندر ایسے لوگ ہونگے جو نیک اعمال اور روحانیت میں دوسروں سے آگے بڑھے ہوئے ہوں گے اِس حدیث کو محدث ابونعیم نے اپنی کتاب " حلیہ" میں روایت کیا ہے، اور ان کے علاوہ حکیم ترمذی نے بھی اس کو روایت کیا ہے ، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں اللہ کے تین سو ایسے بندے ہوتے ہیں جن کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے دل پر ہوتے ہیں ، اور چالیس بندے ایسے ہوتے ہیں جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہوتے ہیں، اور پانچ ایسے آدمی ہوتے ہیں جن کے دل جبرائیل علیہ السلام کے دل پر ہوتے ہیں ۔ اور لوگوں میں اللہ کے تین ایسے بندے ہوتے ہیں جن کے دل میکائیل علیہ السلام کے دل اور اللہ کی مخلوق میں ایک ایسا آدمی ہوتا ہے جس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہوتا ہے ۔ پھر جب اُس کا انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین ماتحت آدمیوں میں سے کسی کو اُس کی جگہ مقرر کردیتا ہے ، اور جب اُن تین میں سے کسی کا اِنتقال ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ میں سے کسی کو اُس کی جگہ مقرر کردیتا ہے ، اور اگر پانچ میں سے کسی کا اِنتقال ہو تو سات (عرفاً) میں کسی کو اُس کی جگہ پر تعینات کر دیتا ہے ، اور جب سات میں سے کسی کا اِنتقال ہو تو چالیس میں سے کسی کو اُس کی جگہ پر تعین کر دیتا ہے ، اور چالیس میں کسی کا انتقال ہوجائے تو تین سو میں سے کسی کو اُس کی جگہ پر تعینات کر دیتا ہے ۔ اور جب اُن تین سو میں سے کسی کا اِنتقال ہوجائے تو اللہ تعالیٰ عام لوگوں میں کسی کو اُس کی جگہ پر ترقی دے دیتا ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ ان اولیاء کے ذریعے سے جلاتا ، اور مارتا ، اور اُگاتا ہے ۔ (یعنی غلے وغیرہ اُگاتا ہے) اور اُن کے طفیل ہی مخلوق سے بلائیں دفع کرتا ہے ،

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اُن، کے ذریعے سے کیسے جلاتا اور مارتا ہے ، جواباً فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ تعالیٰ سے اُمت کی کثرت کا سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی

درخواست کو منظور فرما کر اُمت کو بڑھاتا ہے (یہ تو جِلانا ہُوا) اور وہ سرکش لوگوں کے خلاف دُعا کرتے ہیں تو پھر وہ اُن کی بددُعا کی وجہ سے ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ (یہ مارنا ہُوا) اور وہ اولیاء اللہ تعالیٰ سے بارش مانگتے ہیں تو اُن کی دُعا سے لوگوں پر بارش برسا دی جاتی ہے۔ اور کھیتی وغیرہ فصلوں کا لوگوں کے لیئے سوال کرتے ہیں، تو ان کی دُعا سے زمین فصلیں اُگاتی ہے۔ اور مخلوق سے بلاؤں کے دفعیہ کی دعا کرتے ہیں تو ان کے طفیل اللہ تعالیٰ لوگوں سے بلائیں دفع فرما دیا کرتا ہے"۔ اس حدیث کو محدّث ابنِ عساکر، نے روایت کیا ہے۔

اور بعض حضرات محدّثین نے فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم نے اِس بات کا ذکر نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی ولی کو اُن کے قلبِ اقدس پر بھی پیدا فرماتا ہے۔ (جیسا کہ دُوسرے اولیاء اللہ کے بارے میں فرمایا کہ ان میں سے بعض کو حضرت آدم علیہ السّلام اور بعض کو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے قلب پر پیدا فرمایا کرتا ہے) اور اِس کی وجہ یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ نے عالمِ خلق و عالمِ امر دونوں میں قلبِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے زیادہ عزّت و شرف و بزرگی و کرم اور لطافت والا کسی کو پیدا نہیں فرمایا۔ (لہٰذا حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قلبِ اقدس پر کسی کے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) تو انبیاء، ملائکہ اور اولیاء کے قلوب قلبِ مصطفےٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی نسبت سے اُسی طرح ہیں جس طرح کہ سُورج کی روشنی کی بہ نسبت دُوسرے ستارے ہیں، اور اِس کی وجہ شاید یہ ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ کی جُملہ صفات کے مظہر ہیں بخلاف دُوسرے حضرات کے کہ وہ اُس کی ایسی بعض صفات کے مظہر ہیں جو اُس کی تجلیات کی صُورتوں میں مخلوقات پر وارد و ہُوا کرتی ہیں[1]"۔ میں کہتا ہُوں کہ اِس کلام کا حاصل یہ ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے یہ بات مروی نہیں کہ اولیاء اللہ میں سے کسی کا قلب، قلبِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر بھی ہوتا ہے۔ سو اَب تم خود اِس میں غور کرلو اور اُس کے ساتھ عارف ابنِ عربی کا گذشتہ کلام بھی نظر میں رکھو جو پہلے "ارشاد" کے عنوان کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے کہ موصوف نے فرمایا

---

[1] یہاں پر اصل نسخہ کتاب میں لفظ "کونات" ہو تو ترجمہ مخلوقات ہے، اور اگر لفظ "مکنونات" ہو تو پھر ترجمہ، "اُس کی پوشیدہ و مخفی چیزوں" ہوگا۔

کہ ایک اوتاد میں سے ایک کا قلب قلبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے، اور شیخ نے یہ مقام اپنی طرف منسوب فرمایا۔ اور عارف ابنِ عربی، اللہ تعالیٰ اُن کی رُوح کو پاک فرشتے اور ہمیں اس کے ذریعہ سے نفع پہنچائے "، کا مقام تعریف سے بلند تر ہے۔ جیسا کہ وُہ لوگ جانتے ہیں جن کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے نُورانی بنایا اور اُن کے دل کو حسد سے پاک فرمایا ہے۔ (اور وُہ صاف نیت والے ہیں) (تو شیخ) گویا کہ درجۂ اوتاد کے بزرگ ترین ولی تھے اور سینیٔر اوتاد، جس کی اطلاع اُن کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ازراہِ کشف مِل چکی تھی۔ اور ان اوتاد میں بعض وُہ حضرات تھے جن کا قلب ابراہیم خلیل الرحمٰن کے قلب پر تھا۔ اور چونکہ ابراہیم علیہ السلام سے علوم و معارف میں بلند و فائق سوائے ہمارے نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور کوئی شخصیت نہیں، اس لیے شیخ نے کہہ دیا کہ سینیٔر اوتاد کا قلب، قلبِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہوتا ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ سینیٔر اوتاد دُوسرے ہم طبقہ و ہم درجہ اور ہم زمان اولیاء اللہ سے بلحاظِ مقام بلند اور فائق ہوتا ہے، تو دُوسروں پر اس کے مقام کی بلندی و فوقیت کو واضح اور ظاہر کرنے کے لیے شیخ نے یہ کہہ دیا کہ اس کا قلب قلبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔ اگرچہ حقیقت میں من کل الوجوہ اور ہر لحاظ سے تو قلبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور بالکل اُس جیسا تو کوئی بھی نہیں ہے۔ سو اب تم غور کر لو۔

اور شیخ ابنِ عربی قدس سرہٗ نے (قلبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہے) اپنی بعض کتابوں میں یہ جو فرمایا ہے کہ اِن حضرات میں کا ایک نبی یا فرشتے کے قلب پر ہوتا ہے، تو اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ معارف الٰہیہ کے باب میں اُن حضرات اولیاء اللہ کو اُس شخص کا سا دل دیا جاتا ہے کیوں کہ علوم الٰہیہ کا ورود قلب ہی پر ہُوا کرتا ہے۔ تو جو علم بھی فرشتے یا رسول کے قلب پر وارد ہوتا ہے وُہ اُس قلب پر بھی وارد ہوگا جو کہ فرشتہ یا رسول کے قلب کے نقشہ پر ہوگا، ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات بعض لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ " فلاں فلاں کے قدم پر ہے" تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اُس کا دل دُوسرے کے دل کے نقشے پر واقع ہے۔ (انتہیٰ یہ

سے لغات :- سریرۃ ۔ بھید، راز، نیت ۔

کلام ختم ہو گیا)

(تنبیہ ۔ اہالیہ) حدیثِ ابدال سے متعلق ایک خاص نکتہ کی وضاحت

علامہ شہاب عینی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی ؒ نے ابدال سے متعلق حدیث پر طعن کرتے ہوئے اس کو موضوع قرار دیا ہے، اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ "ابدال" والی حدیث بالکل صحیح ہے بلکہ اس کو متواتر بھی کہہ سکتے ہو، اور سیوطی رحمۃ اللہ نے اس بارے میں طویل کلام کیا ہے پھر فیصلہ کے طور پر کہا کہ اس قسم کی احادیث تواتر معنوی کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں، اور یہ احادیث اس پوزیشن و حیثیت میں ہیں کہ ان کی بنا پر "ابدال" کے وجود، اور اُن کے پائے جانے کی صحت پر صاف یقین کیا جا سکتا ہے۔ (عینی کا کلام ختم ہوا)

اور علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ " ابدال والی حدیث متعدد طریقوں سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ جو سب کے سب ضعیف ہیں۔ پھر وہ اُن احادیث کو لاتے ہیں جو اس سلسلے میں وارد ہوتی ہیں، پھر کہتے ۔ ان تمام روایات مذکورہ میں سے سب سے زیادہ صحیح وہ حدیث ہے جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) ابدال شام میں رہتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں۔ جب کبھی ان میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ پر کسی دوسرے کو مقرر فرما دیتا ہے، ان کی وجہ بارش برستی ہے اور ان ہی کی وجہ دشمن پر فتح حاصل ہوتی ہے، اور ان ہی کی وجہ سے شام والوں سے عذاب دور کیا جاتا ہے، اس کے بعد علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ سوائے شریح بن عبید کے کہ وہ بھی ثقہ تو ہے ہی ۔ (سخاوی کا کلام ختم ہوا)

اور علامہ سخاوی کے استاذ حافظ ابن حجر اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ " ابدال کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے، جن میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض غیر صحیح ۔ اور رہا " قطب " سو اس کا ذکر بعض احادیث میں وارد ہے۔ البتہ " غوث " کا وجود اُس وصف کے ساتھ جو کہ صوفیاء میں مشہور ہے، ثابت نہیں ہو سکا

اور بعض روایات میں ہے کہ "ابدال" کی نشانیوں میں ایک یہ ہے کہ اُن کی اولاد نہیں ہوتی، اور یہ کہ وہ کسی چیز کو ظاہر نہیں کرتے" (علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہُوا)

لیکن پہلے گزر چکا ہے اور آئندہ بھی سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں قطب کی تفسیر غوث کے ساتھ آ رہی ہے۔ سو یہ کلام اس کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے اور اس بات پر بھی کہ غوث، قطب" دونوں کا مصداق ایک ہی ذات ہُوا کرتی ہے۔ سو اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔ اور حافظ ابن حجر نے جو غوث کے وجود کے عدم ثبوت کا قول کیا ہے، اس سے ان کی مُراد شاید یہ ہے کہ غوث کا ذکر صحیح احادیث نبویہ میں نہیں آیا۔ لیکن اس کے ثبوت کے لیے اس کی شہرت اور اس کی خبروں کا مستفیض و مشہور ہونا اور اس لقب کا نیک لوگوں میں اس کا تذکرہ ہی کافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال کو بہتر جانتا ہے۔ (انتہیٰ)

اور "فتاویٰ حدیثیہ" میں آخری حدیث کو اختصار اور الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ امام یافعی نے فرمایا ہے کہ بعض عارفین کہتے ہیں کہ جس ایک شخصیت کا ذکر اس حدیث میں فرمایا گیا ہے وُہ قطب ہی ہے، اور وہی "غوث فرد" ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس حدیث کا ذکر امام یافعی نے کیا ہے وُہ صحیح ہے۔ اور اس سے کئی پوشیدہ فائدے اور مخفی نکات معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ غوث، قطب، ابدال، اوتاد وغیرہم سب اصطلاحی نام ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے بعض مثلاً "ابدال کے بارے میں خلاف ہے۔ تو کبھی وُہ ان ہی اصطلاحی ناموں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ اہل اصطلاح نے ان کے مناصب پر نظر ڈالی تو ان سے ابدال، نقباء، نجباء، اوتاد، وغیرہم کے اصطلاحی ناموں کے ساتھ تعبیر کر دی۔ اور حدیث کی نظر ان کے دوسرے مراتب پر مرکوز رہی۔ بہر حال سب ان کی اس تعداد کے وجود پر متفق ہیں۔

(۲) اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ فرشتے انبیاء سے افضل ہیں لیکن فرقہ شاذہ کو چھوڑ کر جمہور اہل سنت و جماعت کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں۔

(۳) اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ میکائیل علیہ السلام جبرائیل علیہ السلام سے افضل ہیں حالانکہ مشہور یہ ہے کہ

جبرائیل علیہ السلام اُن سے افضل ہیں۔ اور اس روایت کا تقاضا ہے کہ اسرافیل علیہ السلام اُن سب سے افضل ہیں جبکہ وُہ بہ نسبت میکائیل علیہ السلام کے تو ہیں ہی افضل، لیکن وُہ جبرائیل علیہ السلام کی نسبت سے افضل ہیں یا نہیں، اس میں خلاف ہے۔ اور دلائل اس بارے میں دونوں طرف سے یکساں ہیں تو بعض کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام افضل ہیں کیوں کہ وُہ اُس راز پر مطلع ہیں جو انبیاء و رسل علیہم السلام کی بارگاہوں میں پیغام بری کے ساتھ مخصوص ہے اور اُن حضرات کی خدمت و تربیت پر کمربستہ ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ اسرافیل علیہ السلام افضل ہیں، کیوں کہ وُہ تمام مخلوق کے راز پر مطلع ہیں۔ اس لیے کہ لوحِ محفوظ کے تمام نقوش ان کی پیشانی پر مرقوم ہیں۔ اور کوئی دُوسرا (ان کی وساطت کے بغیر) اس پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دُوسرے لوحِ محفوظ کے اسرار ان سے سیکھتے ہیں، اور وُہ اپنے مُنہ میں صُور کو لیے کھڑے قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ جب اس کے پھونکنے کا حکم ہو تو یہ اُس کو پھونکیں۔ جس کے نتیجہ میں سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ اس سے مستثنیٰ کرے، باقی ہر شے مرجائے "! !

واضح ہو کہ میرے علم میں نہیں کہ قابلِ اعتماد محدثین نے اس حدیث کی تخریج فرمائی ہو لیکن متعدد ایسی حدیثیں مروی ہیں جو اس حدیث کی بہت سی باتوں کی تائید کرتی ہیں، اس کے بعد علامہ نے اُن احادیث کو ذکر کیا ہے اور اس اثنا میں فرمایا کہ ابدال کی تعداد کے بارے میں حدیث ابونعیم، اور امام احمد کی حدیثوں میں کوئی مخالفت نہیں کیوں کہ گروہِ ابدال پر کئی ناموں کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ آگے آنے والی احادیث سے ان کی علامات اور صفات کے بارے میں اختلاف معلوم ہوتا ہے، یا (اس اختلاف کو رفع کرنے کی دُوسری صُورت یہ ہے کہ) وُہ کسی زمانے میں چالیس اور دُوسرے دَور میں تیس ہُوا کرتے ہیں:: لیکن اس جواب اور حل اشکال کی اُس روایت سے تغلیط ہوتی ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کی تعداد چالیس سے کم نہیں ہوتی۔ (انتہیٰ)

اور جو کچھ ہم پہلے کہہ چکے ہیں، اِس کلام سے اُس کی تائید ہوتی ہے، اور علامہ نے اس ضمن میں اپنے بعض مشائخ و اساتذہ کے ساتھ اپنے ایک واقعہ و سرگذشت کا ذکر فرمایا ہے۔ جس کے یہاں ذکر کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (اور وُہ واقعہ یہ ہے کہ) علامہ کی کہتے ہیں کہ ان اقطاب نقباء وغیرہم کی تفتیش کے سلسلے میں مجھے اپنے بعض مشائخ و اساتذہ کے ساتھ ایک عجیب بات پیش آئی اور وُہ

یہ کہ میری تربیت اسی طائفہ کے بعض ایسے لوگوں کے حجروں میں ہوئی تھی جو خوف و اندیشے اور ملامت شے سے سالم و محفوظ تھے ۔ تو میرے نزدیک ان کے کلام کی بڑی عظمت رہی کیوں کہ اُس نے میرے دل کو خالی پایا تھا تو پھر وہ اس میں جاگزیں ہوتا چلا گیا، پھر جب میں نے علوم ظاہری کی تحصیل شروع کی تو میری عمر قریبا چودہ سال کی ہو گی تو میں مختصر، ابی شجاع (کتاب کا نام ہے) اپنے شیخ ابو عبد اللہ، جن کی برکت اور عبادت گزاری پر سب کا اتفاق ہے یعنی سب لوگ اُن حضرت کی ان صفات کو تسلیم کرتے ہیں، کے پاس پڑھ رہا تھا۔ اور ہمارے ان اُستاذ صاحبؒ کو شیخ محمد الجوینی نے جامع ازہر، مصر میں جو کہ اللہ کے فضل سے محفوظ ہے، تعلیم دی تھی، (یعنی علامہ جوینی میرے شیخ الشیخ اور اُستاذ الاستاذ ہوئے) اس کے بعد میں کچھ عرصہ تک مسلسل علامہ جوینی کی خدمت میں رہا۔ تو ایک روز اُن کی مجلس میں قطب، نجباء، نقباء، ابدال، وغیرہم کے بارے میں کلام چل نکلا۔ تو شیخ جوینی نے بڑی سختی سے اُن حضرات کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ یہ سب کچھ بے حقیقت ہے۔ اور اس سلسلے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ تو میں نے ان سے کہا جبکہ میں تمام حاضرین مجلس میں کم عمر تھا کہ اللہ کی پناہ۔ اس سے جو کچھ آپ کہہ رہے ہے اور ایک حقیقت ثابتہ سے انکار کر رہے ہیں۔ جبکہ ان اہل اللہ کا وجود تو بالکل سچ اور حق ہے کہ جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ اس لئے کہ اولیاء اللہ نے اس کی خبر دی ہے اور وہ حضرات جھوٹ سے محفوظ ہیں۔ اور اس بات کے نقل کرنے والوں میں امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ اور وہ تو علوم ظاہری اور باطنی دونوں کے جامع تھے، لیکن میرے اس کلام سے شیخ کا انکار اور مجھ پر سختی اور بڑھ گئی، تو میرے لیے سوائے خاموشی کے کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا، اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میری مدد ہمارے شیخ، شیخ الاسلام والمسلمین، امام الفقہاء والعارفین، ابو یحییٰ ذکریا الانصاری، کے سوا کوئی نہیں کریگا۔ اور میری یہ عادت تھی کہ میں شیخ محمد جوینی کی لاٹھی پکڑ کر (یا ہاتھ پکڑ کر) ان کو باہر لیجایا کرتا تھا۔ کیوں کہ وہ نابینا تھے اور میں اور وہ شیخ مذکور یعنی شیخ الاسلام ذکریا کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ کہ شیخ جوینی، شیخ الاسلام کی خدمت میں سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضری دیا کرتے تھے، چنانچہ میں اور شیخ محمد جوینی (ہمارے اس مکالمہ مذکورہ کے بعد جب) شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضری دینے جا رہے تھے

کہ جب اُن کے مقام کے قریب پہنچے، تو میں نے شیخ جوینی سے کہا "کیا حرج ہے کہ میں شیخ الاسلام سے قطب اور اُس سے کم درجہ اولیاء اللہ، کے مسئلے کا ذکر کروں تو پھر ہم دیکھیں گے کہ ان کے پاس اس بارے میں کیا ہے۔ تو پھر جب ان کی خدمت میں پہنچ گئے تو وہ شیخ جوینی کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کا بہت زیادہ اکرام فرمایا۔ اور ان سے دُعا کی درخواست بھی کی، پھر مجھے بہت سی دُعاؤں سے نوازا جن میں سے ایک یہ تھی کہ "اے اللہ اس کو دین میں فقیہہ بنا" اور وہ عموماً میرے لیے یہی دُعا مانگا کرتے تھے، پھر جب شیخ الاسلام ذکریا کا کلام مکمل ہوگیا، اور شیخ جوینی نے واپسی کا ارادہ کیا تو میں نے شیخ الاسلام سے کہا کہ میرے آقا۔ قطب، اوتاد، نجباء، ابدال وغیرہم جن کا ذکر صوفیاء کرام کیا کرتے ہیں۔ کیا وہ حقیقت میں موجود ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں، خدا کی قسم، اے بیٹے، وہ موجود ہوتے ہیں، تو میں نے ان سے عرض کیا، میرے آقا۔ یہ شیخ تو، اور میں نے شیخ جوینی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور جس نے بھی ان کا ذکر کیا ہے اُن کی سختی سے تردید کرتے ہیں، تو شیخ الاسلام نے فرمایا۔ اے شیخ محمد، کیا بات اسی طرح ہے جس طرح یہ لڑکا بتا رہا ہے۔ اور آپ نے اپنا یہ سوال شیخ جوینی سے مکرر دہرایا۔ یہاں تک کہ شیخ محمد جوینی نے کہا کہ "یا مولانا شیخ الاسلام آمنتُ بذلک وصدقتُ بہ وقد تبتُ" میں ان اولیاء اللہ کے وجود پر ایمان لایا اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور میں نے اپنے پہلے خیال سے توبہ کرلی ہے" تو اس پر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ہاں آپ کے متعلق یہی گمان تھا، (آپ سے یہی توقع تھی) اے شیخ محمد"۔ اور پھر ہم اُٹھ کر چلے آئے اور جو حرکت مجھ سے سرزد ہوئی تھی اس کی بناء پر شیخ جوینی نے مجھ پر کوئی عتاب نہیں فرمایا (انتہیٰ کلام الشیخ)

اور کتاب "الاجوبۃ المحققۃ عن الاسئلۃ المفرقۃ" میں شیخ المشائخ اسماعیل عجلونی، نے "سیرت حلبیہ" سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کے اندر وہ پائی جاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے اُن "ابدال" بندوں میں سے ہے جن کے ذریعے دُنیا اور دُنیا والوں کا نظام قائم ہے

جن میں سے پہلی خصلت (۱) رضائے الٰہی کا حصول، (۲) دوسری محرماتِ الٰہیہ سے باز رہنا، (۳) اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے لیئے کسی پر غصّہ کرنا۔" اور محدث ابو نعیم کی کتاب "حلیہ" میں ہے کہ جو کوئی ہر دن دس مرتبہ یہ دعا مانگا کرے تو اُس کو "ابدال" میں سے لکھ لیا جائے گا۔ وہ دعا یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ الْکُرُبَاتِ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) (ترجمہ) اے اللہ اُمّتِ محمّدیہ کی اصلاح فرما اور اس کو سنوار دے، اے اللہ اُمّتِ محمّدیہ کے غموں اور دشواریوں کو دُور فرما، اے اللہ اُمّتِ محمّدیہ پر رحم فرما، (انتہیٰ کلامہٗ)

(اس کی تشریح) علامہ شبرا ملسی، نے "مواہب" کے حواشی میں فرمایا ہے کہ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ دعائے مذکورہ پڑھنے سے ابدال ہو جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ وصف، مصاحبت سنگت اور معیّت میں ان کی مثل ہو جائے گا۔ کہ قیامت کے روز اُس کا حشر اُن ابدال کے ساتھ ہوگا اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ذاتی طور پر اُن جیسا اور بالکل بعینہٖ ابدال ہو جائے گا۔ تو ہماری اس تشریح سے یہ سوال اُٹھ گیا اور رفع ہو گیا کہ اس روایت میں تو فرمایا گیا ہے کہ جو بھی یہ دعا مذکورہ تعداد سے پڑھے تو ابدال ہو جائے گا۔ تو اگر بالفرض کوئی ایسا آدمی پڑھنے لگ جائے جس کی کثیر اولاد ہو، تو کیا پھر بھی وہ اس کے پڑھنے سے "ابدال" بن جائے گا۔ جب کہ یہ کہا گیا ہے جیسا کہ اس کتاب میں بھی پہلے لکھا جا چکا ہے کہ "ابدال" کی اولاد نہیں ہوا کرتی؟" (تو جواب کا حاصل یہ ہوا کہ اس کا دعا کا پڑھنے والا بالکل بعینہٖ ابدال تو نہیں ہو جاتا تاکہ سوال وارد ہو سکے بلکہ وہ بعض صفات میں اُن کے ساتھ مشابہ ہو جایا کرتا ہے"۔ وَاللہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ، وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ)

(انتہیٰ)

تیسرا باب

قطبؒ وغوث، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے ذریعہ سے نفع پہنچائے

کے بعض حالات کے بیان میں

پہلے ایسا کلام لکھا جا چکا ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قطب کا مسکن مکۃ معظمہ یا یمن ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ بعض اوقات کے اعتبار سے یا اغلب اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے، اور اس کی تائید اُس کلام سے ہوتی ہے جس کو امام، عارف، سیّدی عبدالوہاب شعرانی نے اپنے شیخؒ عارف، ذوالامداد الربانی، سیّدی علی الخواص، سے اپنی کتاب "الجواہر والدررؒ" میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ "میں نے اپنے شیخ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو، سے عرض کیا کہ "کیا قطب غوث ہمیشہ مکۃ میں مقیم ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ تو شیخ رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ "قطب کا قلب ہمیشہ حضرت حق تعالیٰ کے طواف میں رہتا ہے۔ (یعنی بارگاہِ الٰہی کے) اور اُس کی حضوری سے باہر نہیں نکلتا، جیسا کہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہیں۔ تو وُہ ہر جہت میں، اور ہر جہت سے حق تعالیٰ کی حضوری میں حاضر رہتا ہے، اور اس کے نزدیک حق تعالےٰ شانہٗ کے لیئے کسی لحاظ سے بھی تحیز۔ (مکان میں ہونا) نہیں ہے۔ جیسا کہ لوگ کعبہ کے گرد گھومتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے لیئے اعلیٰ صفت ہے کیوں قطب وغوث وُہ سب کچھ حق تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ خواہ وہ بلاؤ آزمائش ہو یا امداد، تو اُس کا اثر ہمیشہ واردات کے تفق و برجو سے پھوٹا جاتا ہے۔ رہا اس کا جسم تو وُہ مکۂ معظمہ یا کسی اور مقام کے ساتھ مختص نہیں۔ بلکہ وُہ وہیں رہتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے، (امام شعرانی فرماتے ہیں کہ) میں نے اپنے شیخ کو (مزید) یہ فرماتے سُنا ہے کہ تمام شہروں سے افضل بلدحرام

لغات:۔ تصدّع الشّیٔ، پھٹنا، (مفتاح)

یعنی مکہ ہے اور تمام گھروں سے اکمل بیت الحرام یعنی بیت اللہ ہے۔ اور ہر زمانے میں ساری مخلوق سے اکمل قطب ہے، تو مکہ معظمہ اس کے جسم کی نظیر ہے، اور کعبہ اس کے قلب کی نظیر ہے، اور مخلوق کو ان کی استعداد کے مطابق خدائی امداد قطب ہی سے حاصل ہوتی ہے۔
(یعنی مخلوق کو براہ راست خدا تعالیٰ سے نہیں بلکہ قطب کے واسطے سے خدائی امداد حاصل ہوا کرتی ہے) اور خدائی امداد کا اکثر حصہ مکہ ہی میں اترتا ہے، جس کی دلیل یہ قول ہے باری تعالیٰ کا "وَيُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ" الآیہ - پارہ ۲۰، القصص آیت ۵۷ ۔ اور کھنچے چلے آتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے پھل"۔
بالخصوص اس کے لیئے جو وہاں احرام باندھ کر دُور دراز سے آئے۔ کیوں کہ خدائی امداد بندے پر اس وقت اُترتی ہے جب کہ وہ اپنی نیکیوں کے دیکھنے سے خالی ہو جائے، یعنی اپنی نیکیوں کو نہ دیکھے، اور فقیر و محتاج ہو جائے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ۔ (پارہ ۱۰) صدقے تو بس محتاجوں اور مسکینوں کے لیئے ہیں"۔
اسی لیئے حدیث میں آیا ہے کہ" جو آدمی حج کرے اور اُس دوران کوئی بے حیائی کی بات نہ کرے، اور نہ کوئی نافرمانی کرے تو وہ اس طرح اپنے گناہوں سے نکل آتا اور پاک ہو جاتا ہے، جیسا کہ اُس کی ماں نے آج ہی اُسے جنا ہے"۔ (حدیث کا ترجمہ ختم ہوا) تو اس سے معلوم ہوا کہ آدمی وہاں گویا نئے سرے سے جنم لیا کرتا اور پیدا ہوتا ہے، اور بسا اوقات بعض لوگوں کی نیکیاں اُس پاک مقام کے لحاظ سے گناہوں کی طرح ہوتی ہیں"۔
(امام شعرانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ کی خدمت میں اس موقع پر عرض کیا کہ) کیا کوئی ولی قطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق کا احاطہ کر سکتا ہے، تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ "بہت کم اولیاء قطب کو پہچانتے ہیں، چہ جائیکہ کوئی ولی اُس کے اخلاق کا احاطہ کر سکے، (یعنی یہ بڑی تو قطب کو پہچاننا تک نہیں کہ قطب کون ہے اور پھر اس کے اخلاق کا احاطہ کرنا اور اپنے اندر سمونا، اور ان کا اپنانا تو بڑی بات ہے)

بلکہ بعض حضرات نے تو یہاں لکھا فرمایا ہے کہ قطب غوث کو دیکھنے والا صرف اپنی استعداد کے مطابق دیکھ سکتا ہے۔ (یعنی اُن کو اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتا) (انتہی)

اور امام شعرانی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے اپنے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے قطب کی مُدت کے بارے میں بھی دریافت کیا تھا کہ جب کوئی ولی قطب بن جایا کرتا ہے تو پھر اُس کی قطبیت کے لیے کوئی عرصہ متعین ہوتا ہے کہ وُہ اُس وقت تک ہی قطب رہے گا، اور کیا کسی قطب کو اپنے عہدہ سے معزول کرنا بھی صحیح ہے یا کہ وُہ اپنی وفات تک اپنے منصب پر قائم رہتا ہے اور صرف وفات ہی سے معزول ہو سکتا ہے، تو اس کے جواب میں حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ "ایک جماعت کا عندیہ تو یہ ہے کہ قطب کی مُدت بھی دُوسری ولایتوں کی طرح ہی ہوتی ہے کہ اس کا مالک جب تک اللہ تعالیٰ چاہے اس پر قائم رہتا ہے پھر معزول ہو جاتا ہے، اور جو کچھ میں کہتا ہُوں اور پھر دُنیا میں اس کا تحقق اسی کے مطابق ہے وُہ یہ ہے کہ "قطبیت کے لیے کوئی مُدت معین نہیں اور جب کوئی ولی ایک دفعہ قطب بن جائے تو پھر وُہ موت ہی سے معزول ہوتا ہے۔ کیوں کہ عدل و انصاف کے دائرے سے تو وُہ باہر قدم رکھتا نہیں تاکہ اُسے معزول کیا جائے۔ فرمایا کہ اس کی وضاحت یہ ہے کہ فروع اصول کے تابع ہوتے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قطبیت کبریٰ کے مقام پر اپنی رسالت کی مُدت بھر جو تیئس ۲۳ سال تھی بنا بر اصح قول کے قائم و فائز رہے۔ اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کوئی افضل نہیں اور وُہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی حیثیت سے دو سال اور قریباً چار ماہ اپنی خلافت پر فائز رہے، جبکہ آپ اس اُمت کے پہلے قطب تھے۔ اور پھر یُوں ہی حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اپنی اپنی خلافت کی مدت میں آخر دم تک مقام قطبیت پر فائز رہے ہیں اور اُن کے بعد آنے والے خلفاء مہدی علیہ السلام کے ظہور تک جو کہ خلفاء محمدیہ میں سے آخری قطب ہوں گے۔ سب اپنے اپنے دور میں دم واپسیں تک مقام قطبیت پر قائم و دائم رہے اور رہیں گے، پھر امام مہدی علیہ السلام کے

بعد اپنے وقت کے قطب اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں اللہ کے خلیفہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے اُتر کر چالیس سال تک خلافت کے منصب اور قطبیت کے عہدہ پر فائز رہیں گے، جیسا کہ احادیث شریفہ میں آچکا ہے، تو نتیجہ کے طور پر اس سے یہ معلوم ہُوا کہ عہدۂ قطبیت کے لیے مدّت کا معیّن نہ ہونا ہی حق ہے، اگرچہ قطبیت کا بارِ گراں اس مقام پر فائز شخص یعنی قطب پر پہاڑ کی مانند ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی اعانت ہی سے وُہ اس مقام پر قائم رہتا ہے۔ اور اس مقام کے ثقیل اور بوجھل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آسمان و زمین کی ہر بلا سب سے پہلے قطب ہی پر نازل ہوتی ہے پھر اس کے بعد کسی دُوسری چیز پر اس کا ورود ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ اس کو اس حد تک دردِ سر لاحق رہتا ہے کہ گویا کوئی آدمی اس کے سر پر ضربیں لگا رہا ہے، جس سے اُس کا سر دن رات اُڑا جا رہا ہے۔ حضرت شیخ علی الخواص نے مزید فرمایا کہ شیخ ابی النجا سالم، جو کہ شہر "فوہ" میں مدفون ہیں، کے متعلق ہمیں یہ معلوم ہُوا ہے کہ وُہ مقامِ قطبیت پر صرف چالیس دن ہی فائز رہے تھے اس کے بعد ان کا انتقال ہوگیا، اور بعض کہتے ہیں کہ وُہ صرف دس دن اس عہدہ پر قائم رہے اور اسی قسم کی خبر شیخ ابو مدین مغربی سے متعلق بھی ہمیں پہنچی ہے۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ "کیا قطب کا اہلِ بیت سے ہونا شرط ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں"؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "یہ کوئی شرط نہیں ہے کیوں کہ یہ تو ایک وہبی عطیہ ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔ تو نسب کے لحاظ سے شریف، اور غیر شریف دونوں میں یہ عہدہ قطبیت ہوتا ہے۔"
(انتہیٰ) (فصل)

مذکورہ بیان سے آپ نے جان لیا ہو گا کہ قطب اکثر لوگوں سے پوشیدہ رہتا ہے۔ اور لوگوں میں سے جو افراد کہ مقام پر فائز ہوتے ہیں وُہی اُس پر مطلع ہو سکتے ہیں۔ اور وُہ قطب جن واردات کا متحمل ہوتا ہے اُن کی عظمت، اور اس کے بوجھ کے بھاری ہونے کہ دُوسری مخلوقات جس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اور ہیبت و وقار کے اُس لباس کی عظمت جو اللہ تعالیٰ نے اُسے پہنا رکھا ہوتا ہے کی وجہ سے گویا آنکھیں اس کے دیکھنے کی طاقت و سکت ہی نہیں رکھتیں، اور امام شعرانی نے اپنی

کتاب مذکورہ میں اس کو بیان فرمایا ہے، وُہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے فرمایا ہے کہ اکثر اولیاء اللہ قطبِ وقت کے ساتھ اکٹھے بھی نہیں ہو سکتے، اور اس کو پہچانتے بھی نہیں۔ دُوسرے لوگوں کا تو ذکر ہی کیا، کیوں کہ قطب کا تو حال ہی خفاء و پوشیدگی ہے۔ اور اگر وُہ کسی شخص کے سامنے آ بھی جائے تو وُہ سر اُٹھا کر اُس کے چہرے کی طرف دیکھنے کی جرأت اُس وقت تک نہیں کر سکے گا جب تک وُہ اُس کے اہل نہ ہو۔ چنانچہ لوگ ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لائے تھے تو وُہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُس سے فرمایا اپنے اوپر سے بوجھ کو ہلکا کرو۔ کیوں کہ میں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہُوا گوشت کھایا کرتی تھی (پھر مجھے دیکھ کر تم گھبرا کیوں گئے ہو، سُبحان اللہ، یہ عاجزی و تواضع تھی ہمارے آقا و مولیٰ، کائنات کی جان، حکیمِ کائنات، متصرف و مختار کل، عرشی مہمان صلی اللہ علیہ وسلّم کی، کروڑوں بار صلوٰۃ ہو آپ پر اور اربوں دفعہ سلام) یہ تو حال ہے اس شخص کا جس نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا تھا باوجودیکہ آپؐ کے اخلاق کریمانہ میں تواضع بہت زیادہ تھی، اور قطب یقینی طور پر زمین میں آپؐ کا نائب ہوتا ہے، (تو پھر اس کو دیکھنا بھی آسان کام نہیں) میں کہتا ہُوں کہ سیّد، شریف، شیخ، شرف الدین، عالم و صالح نے مصر میں "اللہ تعالیٰ اُس کو آفاتِ زمانہ سے محفوظ رکھے،، نجات کے دَوران حکایت بیان کی تھی۔ کہنے لگے کہ مُجھ سے میرے آقا شیخ عثمان نے، جو بہت بڑے معزز تھے، حکایت بیان کی تھی کہ اُنہوں نے جب اُپنے شیخ عارف باللہ، سیّدی الشیخ ابوبکر القدوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں حج کیا تھا۔ تو اس موقع پر میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ وُہ مکّہ معظمہ میں قطبِ وقت سے میری ملاقات کرا دیں، تو وُہ فرمانے لگے "عثمان" تم اُس کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہو، تو شیخ عثمان نے اپنے شیخ کو زمزم اور مقامِ ابراہیمؑ کے درمیان اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ وُہ اُن سے اس کی ضرور ملاقات کروائیں، تو اس پر اُن کے شیخ قدوسی نے

لُغات:- (۱) ہَوّن۔ تھوّنا، علیٰ الامرِ نرم و ہلکا کرنا۔ (۲) القدید، کاٹا ہوا اور خشک کیا ہوا گوشت۔

کہا کہ اچھا پھر یہاں سے اُٹھنا نہیں تاوقتیکہ قطب آجائے ۔ تو اب شیخ عثمان کا سر لگا تار جاری
د ڈھلکا ہونے ، یہاں تک کہ اُس کی ڈاڑھی اُس کے رانوں کے درمیان تک پہنچ گئی اور یہ سب
کچھ قطب کا بوجھ نہ سہار سکنے اور شیخ عثمان کی مغلوبیت کی وجہ سے تھا ۔ چنانچہ اب قطب صاحب
آگئے اور آکر بیٹھ گئے ، اور شیخ ابوبکر کے ساتھ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے ، پھر ان سے
قطب نے کہا کہ " عثمان " کو نیکی و بھلائی کی تاکید کروں اگر اس کی زندگی نے وفا کی تو یہ اللہ کے
خاص مردوں میں سے ہوگا ، پھر جب قطب صاحب جانے لگے تو آپ نے سورۂ فاتحہ اور -
- لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ، پڑھی ، پھر واپس تشریف لے گئے ۔ اور شیخ ابوبکر چند قدم چل کر اُن کو رخصت
کرنے اُن کے ساتھ گئے ۔ پھر واپس آکر کافی دیر تک اپنے مرید عثمان کی گردن دباتے رہے
یہاں تک اس میں ان کی بات سُننے کی استطاعت پیدا ہوگئی ، تو اب اُس سے خطاب
کر کے فرمانے لگے " عثمان " قطبِ وقت کی صرف باتیں سن کر تمہارا یہ حال ہوگیا ہے ، تو پھر
اگر تم اُس کے جسم کو دیکھ بھی لیتے تو پھر کیا ہوتا ، (اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ
عثمان نے قطب کو دیکھا نہ تھا صرف اس کی باتیں سُنی تھیں ؛ تو وہ اُس کی نظروں سے اوجھل
رہے کیوں کہ ہر کوئی قطب کو دیکھ نہیں سکتا ۔ اس کے شیخ عثمان کسی شخص سے اُس کی ملاقات
کے بعد اُس وقت تک اُس سے علیحدہ نہیں ہوتے تھے جب تک کہ قطب سے سُنے ہوئے
کلمات سورۂ فاتحہ ، اور سورۂ قریش کو بطور تبرک ؛ قطب کے طریقہ و سیرت کی پیروی کرتے ہوئے
پڑھ نہیں لیتے تھے ۔ سو اب اس کو خوب ذہن نشین کر رکھو ، ۔ سیدی الشعرانی کا کلام ختم ہوا "
اور علامہ شیخ محمد سوبری نے ایک سوال کے جواب میں جو اس بارے اُن سے پوچھا گیا
تھا ، فرمایا کہ امام شافعی نے " اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے ہمیں نفع پہنچائے " اپنی کتاب کفایت المعتقد
میں اُس کلام کی اثنا میں جس کو انہوں نے بعض عارفین سے نقل کیا تھا ، فرمایا کہ " قطب " جو غوث
ہی ہوتا ہے ، کے حالات ، اللہ تعالیٰ کی اُس پر غیرت کی وجہ سے عوام و خواص سے مخفی
رکھے گئے ہیں ، البتہ اتنی بات اُس کے حالات سے معلوم ہے کہ وہ عالم ، جاہل ، بیوقوف ،

عقل مند، تارک، آخذ، یعنی چھوڑنے والے، لینے والے، قریب، بعید دُور و نزدیک، نرم، سخت، مامون و بے خوف اور خوفزدہ، غرض کہ اپنی تمام بجا یا کر یکساں اور ایک نظر سے دیکھا کرتا ہے۔ (یہ تو قطب کی بات ہوئی) اور اُوتاد کے حالات اللہ تعالیٰ نے خاص کے کھول دیئے ہیں، اور رہے "ابدال" تو ان کے حالات خواص اور عارفین پر ظاہر کر دیئے۔ اور "نجبا" اور "نقبا" کے حالات عوام سے خصوصیت کے ساتھ پوشیدہ رکھے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کے حالات دُوسرے بعض پر منکشف فرما دیئے۔ اور "صالحین" کے حالات عوام و خاص سب پر کھول دیئے ہیں، (اور اس میں حکمت یہ ہے۔ لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا ط الآیہ۔ پارہ ۱۰۔ الانفال، آیت ۴۴۔ ترجمہ:۔ تاکہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وُہ کام جو ہو کر رہنا تھا۔" (انتہیٰ)

چوتھا باب

اس چیز کے بیان میں جو قُطب پر نازل ہُوا کرتی ہے ، اور اُس بیان میں کہ جو کچھ اُس پر وارد ہوتا ہے وہ اُس میں کس طرح تصرّف کیا کرتا ہے

امام عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتاب "الجواہر والدُّرر" میں لکھا ہے کہ" میں نے اپنے شیخ (علی الخواص) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ مخلوقات پر جو آفات وبلیّات نازل ہوتی ہیں، (ان کے نزول کی کیفیت کیا ہوتی ہے) آیا یہ پہلے پہل قُطب وقت پر نازل ہوتی ہیں اور پھر مخلوق میں بکھیر دی جاتی ہیں جس طرح کہ انعامات اور امداد الٰہی ابتدا میں قطبِ وقت پر نازل ہوتی ہے اور پھر وہاں سے مخلوق میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔ یا کہ دُوسری مخلوقات سے قبل قُطبِ وقت پر افاضہ صرف نعمتوں کے ساتھ ہی مختص ہے ۔ تو شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وُہ آفات جو تمام زمین والوں کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں، وُہ پہلے قُطب ہی پر نازل ہُوا کرتی ہیں، پھر وہاں سے مخلوق پر ڈالی جاتی ہیں، پھر جب کوئی قُطب پر نازل ہُوا کرتی ہے تو وُہ خوف اور تسلیم ورضا کے جذبے کے ساتھ اس کا استقبال کرتا ہے ، اور پھر اس کا انتظار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوحِ محفوظ ، اور اُس اِثبات سے جو رہا و آزاد کرنے کے ساتھ مخصوص ہے ، کیا ظاہر فرماتا ہے ۔ تو اگر وہاں سے محو و تبدیلی رُونما ہو تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے اور قُطب اپنے دربار کے فرمانوں اور خادموں کے ذریعہ جو کہ لوگوں کو قُربِ خداوندی کے راستے پر چلانے والے

لغات :۔ تلقاھا[1] استقبال کرنا ، اطلاق[2] رہا کرنا ۔ سرّح[3] ۔ آزاد چھوڑنا ، ختمہ[4] وُہ علامت جو فرامین کی پشت پر لکھا کرتے ہیں ، جاری کردینا ، حشدۃ[5] جمع سدن ، دربان وخادم ۔ الافاضۃ[6] ۔۔ بکسر اوّل فیض دادن وخیر بسیار رسانیدن ، وپُر کردن ظرف ، از منتخب ۔ (غیاث اللغات) (فیض پہنچانا)

سمجھتے ہیں، (قطبؒ) ایسے طریق سے اُس فیصلہ خداوندی کا اجراء امضا فرماتے ہے کہ ان (دربانوں) کو پتہ بھی نہیں چل پاتا کہ یہ حکم و معاملہ اُن پر قطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ سے ڈالا گیا ہے۔ اور اگر اس کا ثابت و بحال رکھنا اور نہ مٹانا ظاہر ہو تو ماتحت اولیاء اللہ میں سے بلحاظ تعداد اور بلحاظ نسبت جو اس کے زیادہ قریب سمجھتے ہیں، یعنی امامین، تو وُہ اس کے متحمل ہو جاتے ہیں۔ پھر وُہ ان کے حوالے کر دیتے ہیں جو نسبت کے لحاظ سے اُن کے زیادہ قریب سمجھتے ہیں۔ جو کہ چار اوتاد ہیں۔ پھر یونہی اس کا قطب کے تمام اہل دائرہ کی طرف ہوتا رہتا ہے۔ پھر بھی اگر وُہ بلا و آفت مرتفع نہ ہو تو افراد، اور دُوسرے عارفین اس کو آپس میں بانٹ لیا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وُہ عام مومنین کے اشخاص پر بھی بٹ جاتی ہے، تو ان حضرات کے تحمل اور برداشت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو اُٹھا لیتا ہے، اور بسا اوقات آدمی اپنے دل میں تنگی محسوس کرتا ہے جس کی وجہ اور سبب کا اُس کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ اور بعض لوگ اتنے پریشان ہو جاتے ہیں کہ رات کو سو بھی نہیں سکتے، اور بعضوں پر غفلت طاری ہو جاتی ہے اور بعض اس قدر خاموش ہو جاتے ہیں کہ ایک حرف تک بولنے کی استطاعت نہیں رکھتے، تو لوگوں کے یہ حالات و عوارضات اُس قدرتی آفت کے سبب پیدا ہوتے ہیں جو اُن پر تقسیم کر دی گئی ہے۔ اور اگر اس کو ان سب میں تقسیم نہ کیا جاتا تو جن پر وُہ بلا نازل ہوتی، آنکھ جھپکنے میں نیست و نابود ہو جاتے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔ پارہ ۲۔ البقرہ۔ آیت ۲۵۱

(ترجمہ) اور اگر نہ بچاؤ کرتا اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کا بعض کے ذریعہ تو برباد ہو جاتی زمین لیکن اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمانے والا ہے سارے جہانوں پر" (الخاتمہ) جب کہ ہم نے قطب کے معاملات اللہ تعالیٰ اُس کی برکتوں کو ہم پر لوٹائے، انہیں کس قدر اُن کی نظریں دکھائے، اور اُس کے عجیب و غریب حالات، اور نرالی شان کے بارے میں کلام کیا ہے۔ جو کہ خلاف عادت باتیں ہیں اور سوائے

لغات:۔ "توارعا"، "توزیع" تقسیم "تعلاشی" "قلاشیا" معدوم ہونا، معطل ہونا"

اُس ہستی کے جس کی اللہ تعالیٰ تائید فرمائے اور اس پر خصوصی نگاہ ڈالے کسی دُوسرے کے ہاتھ پر ظاہر نہیں ہو سکتیں ، تو اب چاہیئے کہ ہم بیان کی سواری کی رسّی کو کھولیں اور اُنگلیوں کی لگام کو کرامات اور خلافِ عادت امور کے موضوع پر کلام کرنے کی طرف موڑیں ، (مطلب یہ ہے کہ چونکہ قطب کے مذکورہ حالات خلافِ عادت امور ہیں تو مناسب ہے کہ اب کرامت کے موضوع پر کلام کریں)

اور کرامت کے موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے ولی کی جس کے ہاتھوں کرامتیں ظاہر ہُوا کرتی ہیں، تشریح و تعبیر کر دینا مناسب ہے، تو لیجیئے ہم یہ کہنے لگے ہیں ، کہ سیدنا امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قُشیری نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ اگر یہ دریافت کیا جاتے کہ لفظ ولی کا معنے کیا ہے تو جواباً کہا جائے گا کہ اس میں دو باتوں کا احتمال ہے ۔ ایک یہ کہ لفظ ولیؔ فعیلؔ کے وزن پر فاعلؔ کا مبالغہ ہو جیسا کہ علیمؔ، قدیرؔ ۔ وغیرہما ، تو اب اس کا معنی یہ ہوگا کہ ولی وُہ شخص ہے جو اس طرح مسلسل اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کرے کہ اُس کے درمیان کوئی گناہ حائل نہ ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ولیؔ بروزن فعیلؔ بمعنی مفعول ہو ، جیسا کہ قتیلؔ بمعنی مقتولؔ اور جریحؔ بمعنی مجروحؔ کے معنے ہیں ، اور اس صُورت میں ولی کا معنی یہ ہوگا ولی وُہ ہے کہ حق تعالیٰ ہمیشہ متواتر ، اور پیہم اس طرح اس کی حفاظت اور نگرانی فرمائے کہ کسی بھی وقت اس کی امداد و اعانت کو ترک نہ فرمائے ، کہ اللہ تعالیٰ کے مدد کو چھوڑ دینے سے ہی گناہوں پر قدرت حاصل ہوتی ہے ۔ اور اس کو ہمیشہ توفیق عنایت فرمائے کہ جس سے طاعت و عبادت پر اُس کو قدرت حاصل ہو ۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ "وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ" پارہ ۹ الاعراف ، آیت ۱۹۶ ۔ (ترجمہ) ۔ "اور وُہ حمایت کیا کرتا ہے نیک بندوں کی "(انتہیٰ) ۔ تو اس سے معلوم ہُوا کہ ولی کا محفوظ ہونا شرط ہے ، جیسے

لُغات :- (۱) لمح ، لمحٌ ، نگاہ اُٹھنا ، نظر چرا کر دیکھنا ، مجازاً ، زمانۂ قلیلہ ۔ (۲) عنان ، لگام کی رسّی ، (۳) مطیہ ، سواری (۴) عقال ، اُونٹ کا زانو باندھنے کی رسّی ۔ (۵) خذلان ، مدد کا چھوڑنا ۔ (۶) بنان ، پورے ۔ اُنگلیوں کے اطراف ۔ (۷) تمادیہ ، تمادی ، طویل ہونا ۔

کہ نبی کا معصوم ہونا ۔ اور ولی کے محفوظ ہونے کے معنے یہ ہیں کہ اگر کہیں وہ ذلّت ولغزش
اور خطا میں پڑ بھی جائے تو اللہ تعالیٰ ان میں زیادہ دیر تک بھٹک رہنے سے اس کو اس طرح
محفوظ رکھتا ہے کہ اس کو توبہ کرنے کا الہام فرماتا ہے ۔ تو وہ ان سے توبہ کرلیتا ہے ، اور یہ
دونوں (لغزش وخطا) اس کی ولایت میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتیں ۔ جیسا کہ امام قشیری نے
اپنے رسالہ میں صاف بیان فرمایا ہے ۔ اور اسی سلسلہ میں حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض
کیا گیا تھا کہ اے ابوالقاسم (حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ہے) فرمایئے کہ کیا عارف آدمی بھی
زنا کرتا ہے ۔ تو کافی دیر تک آپ نے سر کو جھکائے رکھا پھر سر کو اوپر اٹھا کر فرمایا کہ "اللہ کا حکم ایسا
فیصلہ ہوتا ہے جو طے پا چکا ہوتا ہے" ۔ اور امام ابوالقاسم کے رسالہ میں مزید یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اگر
یہ سوال کیا جائے کہ ولی پر اس کی ہوش وبیداری کے وقت (حالت صحو میں) کیا غالب ہوا کرتا
ہے ۔ تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں اس کی سچی لگن
اور پھر اس کے تمام حالات میں مخلوق پر نرمی اور شفقت کرنا اور اس کا تمام مخلوق کے لیئے اپنی مہربانی
کو پھیلا دینا ۔ اور لوگوں کی طرف سے کسی واقعی بات کو بہت اچھے طریقے پر برداشت کرنا ، اور
لوگوں کے اس سے التماس کیئے بغیر از خود اللہ تعالیٰ سے ان پر احسان کرنیکی درخواست کرنا ، اور
مخلوق کی نجات کے لیئے اپنی پوری ہمت اور کوشش کو لگا دینا اور لوگوں سے کسی بات میں
انتقام نہ لینا ، اور ان کے بارے میں اپنے کینے کے بیدار ہونے سے بچتے رہنا ، اور ان کے مالوں سے
اپنے ہاتھ کو کوتاہ رکھنا ، اور لوگوں سے کسی قسم کا لالچ نہ رکھنا ، اور لوگوں کی برائی بیان کرنے
سے اپنی زبان کو روکے رکھنا ، اور لوگوں کی برائیوں کی محفل میں حاضری سے اپنے آپ کو بچائے
رکھنا ، یا لوگوں کی بری مجلسوں میں شریک نہ ہونا ، اور لوگوں میں سے دنیا و آخرت کے اندر کسی کا
دشمن اور مدمقابل نہ ہونا ، تو یہ ہیں ایک سچے ولی کی صفات واقعیہ ، خدا تعالیٰ ہمیں بھی پاکان امت

لغات :۔ (۱) تمادیہ ، تمادی ، طویل ہونا ۔ (۲) ملیاً ، زمانہ طویل ۔

کے طفیل یہ صفات نصیب فرماتے۔ آمین یا رب العلمین، بجاہ سید المرسلین، صلی اللہ علیہ وسلم۔ (انتہیٰ)

مُعجزہ، کرامت، اِھانت، معونت، اِرھاص، اِستدراج کا فرق۔

واضح ہو کہ خرقِ عادت کے طور پر جو افعال بندوں سے صادر ہُوا کرتے ہیں، بعض علمائے ان کی صرف چار قسمیں بیان کی ہیں جو یہ ہیں (۱) معجزہ (۲) کرامت (۳) اہانت (۴) معونت، اور بعض نے دو کا اضافہ کر کے چھ بیان کی ہیں۔ چار تو یہی مذکورہ اقسام اور مزید دو یہ ہیں۔ (۵) ارہاص، اور (۶) استدراج، تو اگر خرقِ عادت کے طور پر کسی فعل کا ظہور کسی ایسے بندے کے ہاتھ پر ہو جس کا ظاہری حال اچھا ہو، اور انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی برحق کی متابعت کا التزام کئے ہوئے ہو اور اس کے ساتھ اس کا اعتقاد صحیح، اور عمل صالح ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یعنی اس کی دو صُورتیں ہیں کہ یا تو اس آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوگا یا وُہ نبوت کا مدّعی نہیں ہوگا، تو اگر وُہ نبوت کا مدّعی ہو تو یہ معجزہ ہے۔ اور اگر نبوت کا مدّعی نہ ہو تو یہ کرامت ہے۔ (تعریف میں قیود کے فوائد) تو ہم نے اس کی تعریف میں جو صحیح اعتقاد اور عمل صالح کی قید لگائی ہے۔ (یہ قید احترازی ہے) اِس سے استدراج اور جھوٹے لوگوں کی تکذیب کی تاکید کرنے والی باتوں مثلاً روایت ہے کہ مسیلمہ (لام کی زیر و کسرہ کے ساتھ) (کذّاب) نے کسی یک چشم (کانے) کی آنکھ کے صحیح و درست ہونے کی دُعا کی (اور اس پر اپنا تھوک لگایا) مگر بجائے اس کے ٹھیک ہونے کے اس کی صحیح و دُرست آنکھ بھی نابینا ہو گئی تھی، اور اُس نے کسی کنوئیں میں اس غرض سے اپنا تھوک ڈالا تھا کہ اس کے پانی کی حلاوت و شیرینی بڑھ جائے لیکن بجائے اس کے اس کا پانی بہت کھاری ہو گیا تھا۔ اور کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ گنجا ہو گیا تھا۔ اور اِس قسم کی خلافِ عادت باتوں کو "اہانت" (اور خذلان و نحبت) کہا کرتے ہیں۔ (تو معجزہ و کرامت کی تعریفوں میں صحیح اعتقاد، اور عمل صالح کی قیدوں

لُغات:۔ (۱) اعور، کانا، (۲) اُجاجا، اجاج۔ کھاری۔

سے استدراج، اور اہانت کو) نکالا گیا ہے، اور ان قیود کے ذریعہ معجزہ، کرامت، استدراج، اہانت، کے درمیان فرق و امتیاز ہو گیا ہے۔ جیسا کہ کرامت کی تعریف میں "ولی کے ہاتھ" پر ظاہر ہونے کی قید سے "کرامت" اور "معونت" میں فرق و امتیاز ہو گیا ہے۔ کہ اگر خوارق عادت افعال عام مسلمانوں کے ہاتھوں پر ان کو مصیبتوں اور دشوار کاموں سے چھڑانے کے لیئے ظاہر ہوں تو اس کو "معونت" کہتے ہیں، تو یہ چار قسمیں ہوئیں، (۱) معجزہ (۲) کرامت (۳) اہانت (۴) اور معونت۔ اور بعض متاخرین علماء نے دو اور قسموں کا اضافہ کیا ہے۔ (۵) ارہاص، اور (۶) استدراج، ارہاص کا معنی ہے تاسیس یعنی دیوار کا پہلا ردہ رکھنا۔ (یہ اس کا لغوی معنی ہے) اور اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ ایسا خرقِ عادت کام جو مدعی نبوت کے ہاتھ اس کے دعوئ نبوت سے پہلے ظاہر ہو۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل پتھروں کا ان کو سلام کرنا، اور بادل کا ان پر سایہ کرنا۔" اور "استدراج" یہ ہے کہ کوئی خرقِ عادت کام کسی فاسق و فاجر، ملحد اور کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور وہ اس کے دعوی کے مطابق ہو تو ایسا کام اگر بغیر کسی سبب کے ظاہر ہو تو یہ کام استدراج کہلائے گا جیسا کہ فرعون کے لیئے جادو، اور اگر کوئی خرقِ عادت کام کسی سبب کے ساتھ ظاہر ہو تو یہ "شعبدہ" کہلاتا ہے۔ جیسا کہ شعبدہ بازوں کا سانپوں کو کھا جانا، جبکہ سانپ

الحاصل۔ یہ کل سات قسمیں ہیں کہ اگر کسی مرد متقی سے کوئی ایسی نادر الوجود یا تعجب خیز چیز صادر و ظاہر ہو جائے جو عام طور پر عادتاً نہیں ہوا کرتی تو اس کو "کرامت" کہتے ہیں، اس قسم کی چیزیں اگر انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت کرنے سے پہلے ظاہر ہوئی تو "ارہاص" اور اعلان نبوت کے بعد ہوں تو وہ معجزہ کہلاتی ہیں، اور اگر عام مومنین سے اس قسم کی چیزوں کا ظہور ہو تو اس کو "معونت" کہتے ہیں۔ اور کسی کافر سے کبھی اس کی خواہش کے مطابق اس قسم کی چیز ظاہر ہو جائے تو اس کو "استدراج" کہا جاتا ہے، اور اگر کوئی خرقِ عادت مدعی نبوت کے مقصد اور مطلب کے بالکل خلاف ظاہر ہو تو اس کو "اہانت، خذلان و نکبت" کہا کرتے ہیں۔ اور اگر کسی ظاہر الفسق آدمی سے اس کے دعوی اور خواہش کے مطابق کوئی خلاف عادت کام کسی سبب کے ساتھ ظاہر ہو تو وہ شعبدہ ہے۔

ان کو دُس رُنے ہوتے ہیں مگر ان پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا" اس کے بعد یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ جو خرق عادت کام کسی عارف (ولی) کے دستِ حق پر ظاہر ہو تو اس کی دو حیثیتیں ہُوا کرتی ہیں اب اِس لحاظ سے کہ وُہ اس ولی عارف کے ہاتھ پر ظاہر ہُوا ہے۔ کرامت ہے۔ اور اِس حیثیت سے کہ جس ولی و عارف کے ہاتھ پر یہ کرامت ظاہر ہُوئی ہے وُہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اُمتی ہے۔ یہ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا معجزہ ہے، کیوں کہ ولی نے جو کام بطور کرامت کرکے دکھایا ہے۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوگا کہ یہ سچے دین پر ہے اور اِس کا دین رسُول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تصدیق و اقرار کے ساتھ ساتھ ان کے اوامر و نہی، کی اطاعت ہی تو ہے، اگر یہی ولی اپنے استقلال، اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی نہ کرنے کا مُدّعی ہو تو پھر نہ تو وُہ ولی ہوگا اور نہ ہی یہ خلافِ عادت کام اس سے ظہور پذیر ہوگا، الغرض خرقِ عادت کام "نبی" کی نسبت سے "معجزہ" ہی ہے خواہ بلا واسطہ بنفسِ نفیس اس کی ذات سے ظاہر ہو یا اس کی اُمّت کے افراد میں سے کسی فرد عارف و صالح سے ظاہر ہو۔ اور یہ خرقِ عادت کام ولی کی نسبت سے جس کے ہاتھ پر ظاہر ہُوا ہے "کرامت" ہی ہے۔ کیوں کہ جس کے ہاتھ پر یہ ظاہر ہُوا ہے وُہ نبوّت کا تو مُدّعی ہی نہیں، (اور معجزہ کے لیئے تو دعویٰ نبوّت شرط ہے) اور نبی کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اس کو اپنے نبی ہونے کا علم ہو۔ اور یہ بھی کہ وُہ خوارق عادات امور کو اپنے قصد و ارادہ سے ظاہر کرے۔ نیز معجزات سے جو چیز ثابت ہو اس پر اس کا قطعی اور یقینی حکم لگانا بھی اس کے لیئے ضروری ہے۔ بخلاف ولی کے کہ اس کے لیئے یہ ضروری نہیں۔ جیسا کہ بعض محققین نے اس کو بیان کیا ہے۔ اور امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے "رسالہ" میں اِس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے "کرامت" کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ انبیاء علیہم السّلام کو حاصل ہُوا اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی مشکیزہ شہد سے بھرا ہُوا ہو اور اس سے کوئی قطرہ ٹپک پڑے۔ تو یہ قطرہ اس کی مثال ہے جو تمام اولیاء کرام کو حاصل ہُوا ہے۔

اور جو شہد ظرف یعنی شکیزے کے اندر ہے وُہ اِس کی مثال ہے جو ہمارے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے ہے۔ (انتہی)

اور مذکورہ کلام میں اِس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ "کرامت" کا "معجزات" کی جنس سے ہونا جائز ہے۔ جیسا کہ دریا کا پھٹ جانا، اور لاٹھی کا سانپ بن جانا، اور مُردوں کا جلانا، لیکن جو لوگ اِس کے مخالف ہیں وُہ "کرامات" کے "معجزات" کی جنس ہونے کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ "کرامت" اور "معجزہ" میں امتیاز ہی اِس سے ہو سکتا ہے کہ "کرامت کی جنس اور ہو اور "معجزہ" کی جنس اور ہو" اور بُرھان لقانی نے اپنی کتاب "عُمدۃ المرید" میں فرمایا کہ ان مذکورہ باتوں کے رَد میں حضرت سعد نے امام سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سَب باتیں سیدھی اور دُرست نہیں۔ اور ہمارے نزدیک پسندیدہ طریق یہ ہے کہ تمام خوارق عادات کا کرامات کے طور پر ظاہر ہونا بالکل جائز ہے۔ (اور رہا معجزات سے ان کے امتیاز کا سوال) اور معجزات سے ان کا امتیاز دعویٰ نبوّت نہ ہونے کی بنا پر ہوگا، یہاں تک کہ اگر کوئی ولی (معاذ اللہ) نبوّت کا دعویٰ کر بیٹھے تو وُہ اللہ کا دشمن قرار پائیگا (ولی اور دوست نہیں) اور ایسے میں وُہ کرامت کا تو مستحق ہی نہیں رہے گا بلکہ وُہ تو لعنت و اہانت کے قابل ہو جائے گا۔ (جب کہ "کرامت" تو اکرام و اعزاز من جانب اللہ ہے) (انتہی)

پھر اس کے بعد اسی کتاب "عُمدۃ المرید" میں اسی طرح کا کلام امام "نووی" سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو لوگ کرامات کے معجزات کی جنس سے ہونے کے مخالف ہیں، وُہ غلطی پر ہیں اور حس و ظاہر اور گویا بالکل بدیہی بات کا انکار کر رہے ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ جیسے "معجزات" کا ظہور ذواتِ اشیاء، اور جواہر وغیرہ کی تبدیلی اور قلب سے ہُوا کرتا ہے۔ یُونہی کرامات کا ظہور و وقوع بھی اسی سے ہے اور اسی نہج و طریق پر ہوتا ہے۔ تو پھر کرامات کا معجزات کی جنس سے ہونے کا جائز و دُرست ہونا بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ اور امام نسفی کا نظریہ یہی ہے جیسا کہ شارح "وہبانیہ" نے اس کو اپنی نظم میں یوں پیش کیا ہے۔ وُہ کہتے ہیں۔ ؎

(شعر کا ترجمہ) اور کرامات کا تمام خوارق عادات کی شکل میں ظہور و وقوع خواہ وُہ معجزات کی جنس سے کیوں نہ ہوں اولیاء کی بجانب اللہ امداد و اعانت کے طور پر ثابت اور مروی ہے اور یہی نظریہ امام نسفی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ سو اس کو خوب سمجھ لو۔

تتمہ

"امام قشیری" نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ "واضح ہو کہ ولی کو نہ تو کرامت کے ظاہر ہونے سے کوئی سکون حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے عدم ظہور سے کوئی تنگ دلی لاحق ہوا کرتی ہے۔ البتہ بسا اوقات اولیاء اللہ کو کرامات کے ظہور سے یقین کی پختگی اور قوت، اور بصیرت کی زیادتی حاصل ہوا کرتی ہے۔ کیوں کہ وُہ جانتے ہیں کہ یہ حقیقت میں اللہ کا فعل ہے، تو پھر وُہ اس سے اپنے عقائد کی درستگی پر استدلال کرتے ہیں۔ الحاصل، کراماتِ اولیاء کے ظہور کے جائز و درست ہونے کا قائل ہونا واجب و ضروری ہے، اور جمہور اہلِ معرفت کا مسلک یہی ہے۔ اور کرامات کے ظہور و وقوع کے بارے میں خبریں اور حکایات واقعات جس کثرت سے تواتر کے ساتھ مروی و منقول ہیں۔ اس ــــــــ سے اولیا اللہ کی کرامات کے فی الجملہ وقوع و ظہور (یعنی اس بات کے ساتھ کہ اولیاء اللہ کی کرامات ہوا کرتی ہیں) کے ساتھ شکوک و شبہات سے بالا تر، قوی علم حاصل ہو گیا ہے، اور جو لوگ اس طائفہ منصورہ یعنی اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرتے رہتے اور ان سے متعلق حکایت واقعات کو تواتر سے پڑھتے، سُنتے رہتے ہیں، اُن کو تو مجموعی حیثیت سے کرامات کے وقوع میں کوئی شُبہ ہی نہیں اور کراماتِ اولیاء اللہ کے وقوع و ظہور کے دلائل میں سے ایک تو سلیمان علیہ السلام کے ساتھی اور خادم کے قصہ میں نصِ قرآن ہے کہ

(۱) اُس ساتھی و خادم بارگاہِ سلیمانی (آصف بن برخیا) نے کہا تھا کہ "انا اٰتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك (ترجمہ) میں تختِ بلقیس کو آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی لے آؤں گا حالانکہ وُہ نبی نہ تھے (بلکہ ولی تھے، سُلیمانی ولی، تو پھر یہ کرامت ہی کہلائے گی)

(۲) اور صحیح اثر میں امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جمعہ کے خطبہ کے دوران فرمایا تھا "یاساریۃ الجبل" یعنی اے ساریہ (اسلامی لشکر کے کمانڈر کا نام ہے) پہاڑ کی جانب کا خیال رکھو، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ آواز اُسی وقت حضرت ساریہ کو پہنچ بھی گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اُسی وقت دشمن کی پہاڑی کمین گاہوں سے بچاؤ کی حکمت احتیاطی تدابیر بھی اختیار کرلی تھیں۔

(۳) اس کے بعد امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات کے اظہار پر قرآنی شواہد و دلائل میں سے حضرت مریم کے قصہ میں جو کہ نبی اور رسول نہ تھیں۔ یہ ارشادِ خداوندی ہے، "کلما دخل علیہا ذکریا المحراب وجد عندھا رزقا" الآیہ۔ جب بھی زکریا علیہ السلام مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس عبادت خانہ میں جاتے تو اس کے پاس رزق یعنی بے موسم پھل پاتے" تو پھر وہ اس سے استفسار فرمایا کرتے۔ "انّٰی لکِ ھذا" اے مریم یہ بے موسم پھل تیرے پاس کہاں سے آتے ہیں" تو مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جواب میں فرمایا کرتیں "ھو من عند اللہ"۔ کہ یہ اللہ کے پاس سے آتے ہیں۔ (تو ان بے موسم پھلوں کا حضرت مریم کے پاس بغیر کسی ظاہری ذریعہ کے حجرے میں پہنچ جانا ان کی کرامت و خرقِ عادت ہی کے طور پر تھا) (اور کرامات کے ثبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ)

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سے فرمایا کہ "وھزّی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیاہ" (مریم) اور ہلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو گرنے لگیں تم پر پکی ہوئی کھجوریں"

(۵) حالانکہ وہ پختہ کھجوروں کا موسم و موقعہ نہ تھا، اور یونہی اصحابِ کہف کا قصہ، اور وہ عجیب و غریب باتیں ہیں جو ان پر ظاہر ہوئی تھیں، مثلاً کتے کا ان کے ساتھ کلام کرنا۔ وغیرہ۔

(۶) اور اثباتِ کرامات کے دلائل میں سے ذوالقرنین کا قصہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایسی قدرت بخشی تھی جو کسی دوسرے کو حاصل نہ تھی"۔

(۷) اور ان دلائل میں سے دیوار کا کھڑا کر دینا اور دوسری عجیب باتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے

حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھ پر طے فرمایا تھا۔ اور یہ کہ جو باتیں موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوشیدہ تھیں، اُن کو خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے، تو یہ سب امور ناقضِ عادت ہیں، جو خضر علیہ السلام کی خصوصیات میں سے تھے۔ حالانکہ خضر علیہ السلام بھی نبی نہ تھے بلکہ ولی ہی تھے،
اس کے بعد امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے آثار، اخبار، اور صحابہ و تابعین، ائمہ معتبرین، جیسی برگزیدہ ہستیوں کے عجیب و غریب واقعات اور حکایات نقل فرمائی ہیں۔ اور اس سلسلے میں بہت طویل کلام فرمایا ہے۔ کہ کراماتِ اولیاء کا منکر جس کا رد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اور اگر ہم یہاں پر ان کے اس تمام کلام کو نقل کریں تو مقصد سے دُور جا پڑیں گے،

تو پاک ہے وُہ بادشاہِ حقیقی، جو کہ عبادت کے لائق ہے، وجودِ حقیقی میں متفرد۔ اور خیر و کرم کے دریا بہانے میں یکتا و بے مثل ہے۔ عطا کرتا ہے اپنے فضل سے جو چاہتا ہے، اور مختص فرماتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے، ہم اِس پاک، بلند و بالا ذات سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے اولیاء اور دوستوں کی محبت پر لائے۔ اور اُن کی شرابِ رُوحانی سے ہمیں سیراب فرمائے، اور اُن کی ظاہری برکات کو ہم پر لوٹائے یعنی ہمیں بھی اُن برکات سے نوازے، اور اُن کے پاکیزہ نفسوں سے ہمیں نفع پہنچائے۔ اور اُن کے عمدہ جوڑے ہمیں پہنائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں دُنیا و آخرت میں اُن کے گروہوں میں سے کرے۔ کہ بلاشبہ وُہ بہت کرم کرنے والوں میں انتہائی کرم فرمانے والا ہے، اور تمام رحم کرنے والوں میں بہت رحم فرمانے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں نازل ہوں ہمارے سیّد و سردار اور ہمارے تکیہ گاہ، حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، جو کہ تمام مقربین بارگاہ سے بہترین ہیں اور (یہ رحمتیں نازل ہوں) اُن کی آل و اصحاب متبعین، اور اُن کے گروہوں پر" اور پھر یُونہی قیامت تک نازل ہوتی رہیں۔"

اس مقالہ (رسالہ) کی تحریر روز بدھ، ۸ شوال ۱۲۲۳ھ کو اختتام پذیر ہوئی۔ (علامہ شامی

لغات:۔ (۱) منح۔ عطا کرنا (۲) نجز، ختم ہوئی۔

رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ رشید سمجھتے ہیں کر) میرے آقا، مؤلف کتاب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ نے اس مقالہ کی اصلاح و درستگی کا اختتام اور اس مجالہ (جلدی میں لکھا ہوا رسالہ) کے مضامین کو اچھی طرح سے ڈھال کر، ان پر سونے کی قلعی کرنے کے کام سے فراغت کر اُن وسائل کے ذریعہ جو کہ ان پاکانِ اُمت کے طفیل جو کہ مجھے مقام والے ہیں اس بندۂ ضعیف کے دل میں ڈالے گئے ہیں۔ میرے لیے آسان فرمایا۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے اُس کے نبی و رسولِ عظیم و شریف (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے متبعین، جو کہ بارگاہِ اقدس کے قرب اور رسائی والے، کہ جن کی اولاد عالی شان، اور اُن کے آبا استقامت و ثابت قدمی والے تھے۔

کی حرمت سے اس رسالہ کی قبولیت کی اُمید رکھتا ہوں۔ تو میں (یہ اشعار) کہہ رہا ہوں، جب کہ میرا بھروسہ صرف اللہ ہی پر ہے۔ (اشعار کا ترجمہ)

(۱) خدائے بزرگ کی بارگاہ میں اقطاب کا وسیلہ پیش کر، اور قریبی مہربان کے فتوحات کے دروازے کو کھلوانے کے لیے کھڑا ہو جب"

(۲) اور اُن گروہِ ابدال کا وسیلہ پیش کر جو کہ شریف و بزرگ اور ہمیشہ سرداری والے ہیں، اور اُن اوتاد کا وسیلہ پیش کر جو کہ قوم کے سردار ہیں، اور پھر انجاب کا"

(۳) یونہی اخیار۔ اور نقباء کے ساتھ توسل کر کہ اس طرح تو کامیاب ہو جائے گا خیر کے حاصل کرنے میں خواہ وہ آسمان کے کناروں اور کنکروں والی زمین، یا ٹیلوں پر ہی کیوں نہ ہو"

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ ان حضرات اولیاء اللہ کی ذواتِ مقدسہ کے ساتھ توسل سے مشکل کام بھی آسان ہو جائے گا۔

(۴) یہ تو حضرات اولیاء اللہ، لوگوں کے لیئے بچاؤ کا سامان ہیں ہر اُس مصیبت سے جو لوگوں پر آتی ہے کہ ان کے ذریعہ بچ جاتے ہیں لوگ ہر تکلیف، جسمانی دردوں اور بیماریوں سے"

لغات:۔ تذہیب، سونے کی قلعی کرنا۔ دعم، کسی چیز کو اچھے طریقے سے ڈھالنا۔ باب، جمع ابواب، قریبی مہربان قطر، اطراف۔ الحصیٰ، کنکر۔ روابی، ٹیلے۔ عُدّۃ، سامان۔ اوصاب، جسمانی درد اور بیماریاں۔

(۵) یہ (اقطاب وغیرہم اولیاء اللہ) ایسے لوگ ہیں کہ بلند سے بلند چوٹی تو کیا۔ بلکہ خود بلندی کی چوٹی پر بھی چڑھ جاتے ہیں، اور ایسے گہرے مقام میں اُتر جاتے ہیں جس کو رسّی کے ساتھ بھی نہیں ناپا جا سکتا۔

(۶) اور یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا پر اپنی خوشی سے خود ہی راضی ہو گئے ہیں، جبکہ دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کر کے۔ توڑ کر۔ اور عتاب کے ساتھ پست کر کے ان سے منوایا اور تسلیم کرایا ہے۔

(۷) اپنے مولیٰ کی چوکھٹ پر ہر وقت حاضر رہ کر، خدمت کے ذریعہ، یعنی عبادت گزاری اور یادِ الٰہی کے ذریعہ، ان حضرات نے عزّت کا وُہ مقام حاصل کر لیا ہے جو دُوسرے نہیں پا سکتے۔

(۸) سو تو اے مخاطب، ان حضرات کی محبت میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جا: یعنی مشکل سے مشکل کام کر گزر اور اُن کی نازک ہدایت اور خطاب کو عملی جامہ پہنانے کے لیے پُوری سعی کر،

(۹) اور ہمیشہ اُن کے دامن کو تھامنے والا، ان سے پناہ لینے والا بن، اور بُہتان باندھنے والے جاہل و نادان (کہ جو اُن کے مرتبے اور مقام سے واقف نہیں) اُن کے بارے میں شک کرنے والے کی باتوں کو چھوڑ دے۔

(۱۰) اور یُوں کہہ (اور اپنے اللہ سے دُعا کر) کہ اے میرے مولا۔ اے وُہ ذات کہ جس کا سارا اختیار ہے۔ اور اُسی سے بغیر مانگے خیر ملتا ہے۔

(۱۱) (اے میرے اللہ) میں تجھ سے اُس پسندیدہ ہستی کے ذریعہ سوال کرتا ہُوں۔ جو سب کے سردار ہیں اور جو ہر اُس بندے سے مرتبے میں بلند ہیں جو تیری عبادت کرنے والا، اور تیری طرف بہت رُجوع کرنے والا ہے۔

لغات:- (۱) ذروہ، پہاڑ کی چوٹی (۲) اطناب، بالفتح، خیمہ کی رسیاں (۳) راق۔ پہاڑ پر چڑھنے والا (۴) صعدہ، پہاڑ کی چوٹی (۵) خود۔ نازک بدن۔ جمع خودات وخود (۶) مستمسکا، دامن تھامنے والا۔ (۷) لائذ، پناہ پکڑنے والا (۸) افاک، افترا پردازی کرنے والا۔ (۹) مرتاب، شک کرنے والا۔ (۱۰) تطلاب، مانگنا۔ (۱۱) ناسک، عبادت اور قربانی کرنے والا۔ (۱۲) اوّاب، بہت رجوع کرنے والا۔

(۱۲) جو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جن کہ بہترین خاندان، اور شریف آباء، اور پاک پشتوں سے مبعوث فرمایا گیا ہے۔

(۱۳) اور سوال کرتا ہوں میں تجھ سے) حضورؐ کی بزرگ ترین آل کے طفیل، جو کہ طاہر و پاک ہیں ہر بڑی کام وصفت سے (اور سوال کرتا ہوں تجھ سے) حضورؐ کے بلند ترین پیروکاروں، اور بزرگ ترین اصحاب، کے ذریعہ۔

(۱۴) اور سوال کرتا ہوں میں تجھ سے) حضورؐ کے صدیقؓ کے ذریعہ، جو حضورؐ کے بعد تمام اماموں سے بہتر ہیں۔ اور یونہی عمر فاروقؓ کے ذریعہ جو کہ خطاب کے بیٹے ہیں۔

(۱۵) اور حضرت عثمانؓ کے طفیل جو کہ دو نوروں والے (یعنی ان کے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی دو صاحبزادیاں تھیں، کہ وہ بھی حضور کی اولاد، اور پھر بلا واسطہ حضور کی اولاد ہونے کی وجہ سے خود بھی نور ہی تھیں") اور اللہ کے ذکر یعنی قرآن پاک کو جمع فرمانے والے، اور حضرت حیدرؓ (علی مرتضیٰ) کے ذریعہ جو کہ شیر، بہت بہادر، اور دُوسروں پر معرکوں میں بہت غالب آنے والے تھے،

(۱۶) (اور تجھ سے سوال کرتا ہوں) حضرت اویس قرنیؓ کے ذریعہ جو کہ اپنے ہم زمان لوگوں سے بظاہر پوشیدہ ہی رہے۔ مگر حقیقت ہے کہ وہ فضیلت و بزرگی والے امام ہیں اس میں کوئی حجاب اور خفا نہیں،

(۱۷) مسائل میں اجتہاد کرنے والے ائمہ مجتہدین کے طفیل۔ اور ان طلبا کرام کے طفیل جو علم و فضل میں اُن کے پیرو ہوئے ہیں:۔

(۱۸) اور اس زمانے کی چکی کو گھمانے والے قطب، یعنی اس دور کے متصرف و ناظم قطب وقت اور اُن کے گروہ کا ذریعہ، جو کہ اس جہان کے امام۔ اور اس عالم پر تواتر رحیم خدا کا عطیہ و

لغات :۔ (۱) اصلاب، جمع صلب، پشت (۲) حیدر، شیر (۳) ضرغا، مخفف، (ضرغام) شیر، بہادر، قوی (۴) غلاب، بہت غلبہ پانے والے (۵) تحفہ، عطیہ۔

احسان ہیں"

(۱۹) اے دُعاؤں کو قبول کرنے والے خُدا، میری فریاد رسی فرما، اور ان اولیاء کے طفیل مجھے میرے غموں، تنگیوں، مشقتوں اور دشواریوں وغیرہ سے نجات دے"

(۲۰) اور اے اللہ، میرے ضُعف پر رحم فرما، اور میری لغزشوں کو معاف فرما، اور میرے اُس گُناہ کو بخش دے، جس نے میرے معالجوں (رُوحانی طبیبوں) کو تھکا دیا اور مجھے ہلاک کر دیا ہے"

(۲۱) اور تو (اے اللہ) میرے لیے سفارش قبول فرما (مجھے معاف کر دے) جس روز کہ سوائے مُعافی کے مال، دوست، یا ہم عُمر ساتھی، کوئی بھی کام نہیں آئے گا"

(۲۲) اور مجھے عُمر بھر پرہیزگاری کے راستے پر ثابت قدمی فتحمند و کامیاب فرما، اپنی مہربانیوں اور اس مقصد کے لیے اسباب مہیا کرنے کے ساتھ،

(۲۳) اور میرے اللہ، میں جو تجھ سے بخشش اور معافی کی اُمید رکھتا ہوں، اس میری اُمید کو یقین کا جامہ پہنا، یعنی میری بخشش کو یقینی بنا دے، اور اپنی مہربانی سے میرے گناہوں پر عفوِ جمیل کے کپڑوں کا پردہ ڈال دے،

(۲۴) (یہ بخشش اور معافی صرف میرے ساتھ ہی مخصوص نہ رکھ) بلکہ یُونہی میرے مشائخ و اساتذہ، میرے ساتھی اور والدین، میرے مددگار و انصار، میرے دوست و احباب سب کو بخشش دے اور سب پر مہربانی فرما"

(۲۵) اور صلوٰۃ و سلام بھیج بارہ، اے اللہ، مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر، جو کہ تمام مخلوق سے بہترین ہستی ہیں جبتک کہ زمانہ رواں رہے، یعنی جبتک دُنیا قائم ہے اور ان کی وہ عزت و عظمت جو تُو نے انہیں بخشی ہے، برقرار رکھ"

لُغات:- (۱) الغاب، جمع غب، مشقت (۲) ذلت، بالفتح، لغزش (۳) اعنیٰ، عاجز کر دیا، تھکا دیا (۴) اُساۃ جمع آسی، معالج، طبیب (۵) اودیٰ، ہلاک کر دیا (۶) مُشفّع، بالکسر، سفارش قبول کرنے والا (۷) خِل، دوست (۸) اتراب، جمع ترب، ہم عُمر (۹) میتم، اپنے مقاصد و مطالب پر فتحمند (۱۰) مدی، غایت و نہایت (۱۱) منہج، راہِ راست (۱۲) التقیٰ، پرہیزگاری (۱۳) سبارکا، کہا کرتے ہیں بارک علی الانبیاء و آلہم، یعنی اُن کی عزت و عظمت جو تو نے انہیں بخشی ہے، برقرار رکھ"

(۲۶) اور (یونہی حضورؐ کی متبع میں صلوٰۃ وسلام بھیجا رہ اور رحمتیں و سلامتی نازل فرماتا رہ) اُن کی آل واصحاب اور ان گروہوں (لوگوں) پر جنہوں نے اُن کی اقتدا (اتباع) کی ہے،

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تمام انبیاء کے اصحاب و ساتھیوں سے بہترین اصحاب، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل تمام انبیاء کی آل سے۔ اور حضورؐ کی جماعت تمام نبیوں کی جماعتوں سے بہترین و افضل واقع ہوتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی جَلَالِكَ وَكِبْرِيَائِكَ وَلَكَ الشُّكْرُ عَلٰی مَا اَسْبَغْتَ عَلَيَّ مِنْ تَوْفِيقَاتِكَ وَنَعْمَائِكَ اَسْئَلُكَ فَضْلَكَ وَرِضْوَانَكَ وَاَسْئَلُكَ بِصِفَاتِكَ الْجَمِيْلَةِ وَالْجَلِيْلَةِ وَبِاَسْمَائِكَ الْحُسْنٰی اَنْ تُصَلِّيَ وَتُسَلِّمَ وَتُبَارِكَ عَلٰی سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَكَهْفِ الْوَرٰی حَبِيْبِكَ وَنَبِيِّكَ وَصَفِيِّكَ سَيِّدِيْ وَمَوْلَائِيْ وَقُرَّةِ عَيْنِيْ وَنُوْرِ قَلْبِيْ وَوَسِيْلَتِيْ فِیْ حَضْرَتِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَمَنْ تَبِعَهٗ وَاَحَبَّهٗ مِنَ الْاَقْطَابِ، وَالْاَغْوَاثِ، وَالْبُدَلَاءِ وَالْعُرَفَاءِ وَالْاَخْيَارِ وَالنُّقَبَاءِ وَالنُّجَبَاءِ، وَسَائِرِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ اِلٰی يَوْمِ الدِّيْنِ۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ــــــ ۔ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ــــــ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ

اٰمِيْن يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ، بِجَاهِ طٰهٰ وَيٰسٓ ــــــ

لغات :- اَعقاب، جمع عقب، زمانہ، اسّی سال یا اس سے زائد کا عرصہ، یہاں مطلق زمانہ مراد ہے۔ احزاب، جمع ہے حزب کی۔ جماعت، پارٹی۔